مرتب کیا ہے، پرانے قاعدون کے اعتبار سے اسمین بھی بعض جدتین ہین، لیکن ہجا اور ترکیب کی جن دشواریون کا علاج انجمن کے قاعدہ مین ہے وہ اسمین نہین، اس قاعدہ مین تمامتر اہتمام، حروف کی شناخت اور جوڑ بند کی ترکیب مین کیا گیا ہے، قیمت ۱۰؍ پتہ: مُسلم لائبریری آگرہ،

اشرف التقویم، یہ وہی جنتری ہے، جسکا ذکر گذشتہ سال کے رسالہ مین بھی ہو چکا ہے اب ۱۳۳۶ھ کی جنتری شایع ہوئی، حسب دستور مذہبی مسائل، تاریخی واقعات اور صناعی معلومات اسمین موجود ہین، ہجری تاریخ کی مطابقت سے انگریزی فارسی اور ہندی تاریخون کی بھی جدولین ہین، طبع وکتابت وکاغذ متوسط، قیمت ۳؍ پتہ: اسلامیہ بک ایجنسی، اوتم پور ڈاکخانہ بہلولپور ضلع مراداباد،

تبیین الحجہ فی اعفاء اللحیہ، مراداباد کی انجمن لجنۃ العلماء کی طرف سے مولانا حاجی محمد حسن صاحب مرادابادی رکن مجلس العلماء بھوپال نے داڑھی منڈانے کے قبایح دینی اور نقصانات طبی اور اجتماعی پر یہ رسالہ تالیف فرمایا ہے، تمام رسالہ اس دلیل پر مبنی ہے کہ آجکل فطری امور کے تتبع کا زیادہ خیال ہے، قرآن مین حکم ہے کہ اسلام فطرت ہے اور آنحضرت صلعم نے تفصیل فرمائی ہے کہ فطرت دس چیزین ہین جنمین ایک داڑھی رکھنا بھی ہے، پس داڑھی رکھنا از روے قرآن عین فطرت ہے، بیچ بیچ مین اور نکات قرآنی بھی حل ہوئے ہین، نتیجہ کی صداقت سے انکار نہین، لیکن جس راہ سے اس منزل تک مولانا پہنچے ہین وہ ہمارے نزدیک بہت پُر پیچ اور ناہموار ہے، صاف دلیل شعار اسلامی کی ہے، اور خالفوا المشرکین اس پر شاہد ہے،

عدد ششم	ماہ صفر سنہ ۱۳۳۶ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء	مجلد دوم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سیرۂ نبوی ابتک چھپکر ختم تو نہین ہوئی، لیکن اصل کتاب کے پروف آخر تک ختم ہوگئے، اب صرف درجۂ اول کے لئے سات رِم کاغذ کی ضرورت ہے، یہ کاغذ پہلی بار بارہ روپے رِم خریدا گیا تھا، اور اب پچیس روپے رِم بھی نہین ملتا، ناچار کوئی اور فکر کرنی ہوگی، یعنی کوئی اور اس سے ملتا جلتا کاغذ لگانا ہوگا،

ہم نے ابتک یہ بات ظاہر نہین کی تھی، اور نہ آیندہ ظاہر کرنے کا ارادہ تھا، لیکن چونکہ بعض احباب کو اس بارہ مین غلط فہمی ہے، اسلئے ظاہر کرنا ضروری ہے، سیرۂ نبوی کے طبع کے مصارف کے لئے نہ تو کوئی قومی چندہ ہوا اور نہ کسی خاص شخص نے اسکے کاغذ و طبع کے مصارف اپنے ذمہ لئے تھے، ابتک پہلی جلد پر ساڑھے چار ہزار روپیہ صرف ہوچکا ہے اور غالبًا ہزار ڈیڑھ ہزار ابھی اور ہوگا، یہ تمام روپیہ کیونکر مہیا ہوسکا؟ اسکا جواب خدا کی کارسازی کے سوا ہم اور کیا دیسکتے ہین،

اس قصہ کے لکھنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ بعض احباب یہ سمجھتے ہین کہ جب

مصارف کی ذمہ دار قوم یا کوئی اسلامی ریاست ہے تو سامان کے بہم پہنچانے مین کیون دشواری پیش آتی ہے، نیز یہ کہ ابھی سے دوسری جلدون کے چھپنے کا سامان کیون نہین شروع ہوجاتا، ہم اپنی مشکلات افسوس ہے کہ دوسرون کے سامنے پیش نہین کرسکتے تاہم اتنا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روپیہ جب تک اور ہاتھ نہ آئے ہم کیونکر اتنے عظیم الشان کام کی ہمت کرسکتے ہین، جلد اول کے فروخت مین کم ازکم دو سال لگینگے، اتنے دن کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہنا چاہیئے، اس سوال کا جواب ہم خود کچھ نہین دینا چاہتے!

ہم نے جلد اول کے چھپنے کا انتظام ایسے مطبع کے سپرد کیا تھا جو اپنی گذشتہ تاریخ کے لحاظ سے تمام ہندوستان مین سب سے بہتر تھا، لیکن متواتر تین سالون مین جو تجربہ ہوا اُس نے یہ اچھی طرح ثابت کردیا کہ ہندوستان کا کوئی لیتھو پریس وعدہ پر عمدہ کام کرنے کا عادی نہین اس اثنا مین ہم نے اپنا مطبع خود قائم کرلیا، جو گو ابھی نامی پریس کی ہمسری کا دعوے نہین کرسکتا، لیکن جو کام اسمین تکمیل کو پہنچکر پبلک مین آچکے ہین، اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عملہ ہم اور بڑھا سکین اور مشین کا سامان کرسکین تو موجودہ حالت سے بہت بہتر کام انجام دیسکتے ہین، اور یقینًا ہندوستان کے بہترین مطابع کا ہم مقابلہ کرسکتے ہین، اسکے لئے صرف تین ہزار روپیہ کی ضرورت ہے، یہ روپیہ اگر مہیا ہوجاے تو ہم قوم کو دوسری جلد کے مصارف طبع سے بھی سبکدوش کرنیکو تیار ہین،

سچ یہ ہے کہ ہمکو مانگنا نہین آتا، ابتک دارالمصنفین مین جو کام اُٹھایا گیا ہے اگر

کسی دوسری جگہ یہ کام شروع ہوا ہوتا تو ہزارون روپے قومی چندون کے اسکو وصول ہو چکے ہوتے، لیکن ہم علی الاعلان کہتے ہین کہ حیدر آباد اور بھوپال کے دو طوقہاے منت کے علاوہ ابتک قوم کی کسی فرد کے ایک ذرہ زیر بار احسان نہین، ہان اس کلیہ سے دو بزرگوار مستثنیٰ ہین، جناب نواب عماد الملک بلگرامی جو سالانہ سو دیتے ہین، اور جناب مولانا حمید الدین صاحب جو پندرہ ماہوار عطا کرتے ہین،

یہ تو ہم سے نہین ہوسکتا کہ تین ہزار روپیہ کے لئے دربدر اور شہر بشہر مارے مارے پھرین کہ یہ غیرت ملی کی پامالی ہے، لیکن ہمکو یقین ہے کہ اگر درد دینی اور ولولۂ علمی کارفرما اور اثر انگیز ہے تو خود بخود سیرۂ نبوی کے آستانہ پر ایک دن تین ہزار کی تھیلی ہمکو پڑی ملیگی، لکھنؤ، علی گڈھ، رنگون، بھوپال اور حیدر آباد کے احباب ہمارے صوفیانہ توکل کی تعلی سُن رہے ہین ؟

مجھکو ابتداے طلب حدیث سے امام **مالک** رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ خاص عقیدت رہی ہے، انکی **موطا** صحیحین سے زیادہ مجھے پسند آتی ہے، اسی کا نتیجہ تھا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ نے جب قلم پکڑنا سیکھا تو امام موصوف ہی کی حیات طیبہ کی تحریر کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ ۱۰۰ صفحے لکھے جا چکے تھے کہ استاذ مرحوم نے وفات پائی، اور آخر اس "ظلوم وجہول" کو وہ "گرانبار امانت" اٹھانی پڑی جس سے سالہا سال تک بیکدوشی مشکل ہے اس بنا پر یہ ناتمام اوراق جنمین سوانح اور نقد موطا کا حصہ ختم ہو چکا تھا میرے پاس پڑے تھے، برادر عزیز مولوی محمد اکرام اللہ خان ندوی ایڈیٹر **الندوہ** نے اپنے رسالہ کے

آخری نمبر کے طور پر ان اوراق کو شایع کردیا، اور اب انھین کا **حیات مالک** نام رکھدیا گیا ہے، اور کچھ نسخے رسالہ سے الگ چھاپ لئے گئے ہین،

عثمانیہ یونیورسٹی کے متعلق ایک مطبوعہ تحریر دفتر تعلیمات حیدر آباد سے موصول ہوئی ہے، اعلیٰ حضرت ہز ہائینس شہریار دکن کے فرمان معلیٰ صادرہ ۴- رجب ۱۳۳۵ھ مین اس یونیورسٹی کا حسب ذیل مقصد ظاہر کیا گیا ہے:

ممالک محروسہ کے لئے ایک ایسی یونیورسٹی قائم کیجاے جسمین جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور سے کیا جاے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقائص دُور ہوکر جسمانی، دماغی و روحانی تعلیم کے قدیم و جدید طریقون کی خوبیون سے پورا فائدہ حاصل ہوسکے، اور جسمین علم پھیلانیکی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبہ کے اخلاق کی دُرستی کی نگرانی ہو اور دوسری طرف علمی شعبون مین اعلیٰ تحقیق کا کام بھی جاری رہے،

دار المصنفین کے سامنے ایک تجویز یہ ہے کہ اردو شاعری کی ایک تاریخ ترتیب دیجاے، جسمین یہ دکھایا جاے کہ اردو شاعری نے کیونکر تدریجی ترقی کی، کن کن زبانون سے یہ متاثر ہوئی، کون کون سے اصناف سخن اسمین پیدا ہوے، کن کن اصناف سخن کی اسمین کمی ہے موجودہ شاعری کی خصوصیات کیا ہین، اساتذہ کے کلام پر ریویو، اس غرض سے اُردو کے تمام دواوین اور مجموعہاے نظم جمع کئے جارہے ہین، اس باب مین کوئی صاحب اگر کسی مفید تصنیف یا کسی قلمی دیوان کا پتہ دینگے تو ہمارے شکریہ کے مستحق ہونگے،

مقالات

تکملۂ مقالۂ اہل السنتہ

وصایاے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ صاحب نے بطریقِ بزرگان سلف فارسی زبان مین کچھ وصیتین لکھی ہین، جن مین اپنے زمانہ کے حالات پیش نظر رکھکر امت اسلامیہ کو مختلف نصیحتین فرمائی ہین، عقاید، فقہیات، تصوف اور مراسم شادی وغمی کی نسبت اسلام کی اصل حقیقت اور کتاب وسنت کی حقیقی تعلیم کو پیش کیا ہے، سلسلۂ مضامین اہل السنتہ کو چونکہ اس سے خاص تعلق ہے، اسلئے تمام وکمال اور بحرفہٖ مضمون مذکور کے تکملہ کے طور پر شائع کرتے ہین، واللہ مسئول ان ینفع بھا المسلمین،

اَلحمدُ للہِ ملھم الحکم ۔ ومفیض النِعَمِ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید العرب والعجم وعلیٰ الہ وصحبہ اھل الفضل والکرمِ، اما بعد میگوید فقیر ولی اللہ عفی عنہ این کلمات چند است کہ اولاد واحباب خود را بآن وصیت میکنم سمیتھا بالمقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ حسبنا اللہ ونعم الوکیلُ وھو الھادی الیٰ سواء السبیلِ، اول وصیت این فقیر

کتاب وسنت

چنگ زدن است بکتاب وسنت در اعتقاد وعمل، پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن، وہر روز حصۂ از ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن ندارد ترجمۂ ورقی از ہر دو شنیدن،

اہل سنت

ودر عقاید مذہب قدماء اہل السنت اختیار کردن واز تفصیل وتفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن وبہ تشکیکاتِ خام معقولیان التفات نکردن، ودر فروغ پیروی علماے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن ودائما تفریعات فقہیہ را بر

کتاب وسنت عرض نمودن انچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالاے بد

اہل الفقہ والحدیث

بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا کہ تقلید عالمی را دست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن، وبدایشان التفات نکردن، قربت خدا جُستن بدُوری اینان،

مذہب مین سختی کہان چاہیے

وصیت دیگر امر معروف چنانچہ بخاطر این فقیر ریختند آن است کہ در فرائض وکبار ذنوب وشعائرِ اسلام بعنف امر معروف ونہی منکر باید کرد وباکسانے کہ دران باب تساہل دارند صحبت

نرمی کہان کرے

نباید داشت ودشمن ایشان باید بود ودر سائر اوامر خصوصاً در انچہ سلف باخلف اختلاف کردہ باشند امر معروف ونہی منکر تبلیغ آن حدیث است وبس وعنف در آن مستحسن نیست ۔

وصیت دیگر آن ست کہ دست در دست مشائخ این زمان کہ بانواع بدعت مبتلا ہستند ہرگز نباید داد وبیعت ایشان نباید کرد وبغلو عام مغرور نباید بود ونہ بکرامات، زیراکہ اکثر غلو عام

تصوف

بسبب رسم است، وامور رسمیہ را بحقیقت اعتباری نیست وکرامات فروشان این زمان ہمہ الا ماشاء اللہ طلسمات ونیرنجات را کرامات دانستہ اند، تفصیل این اجمال آنکہ شہر اصناف خرق اشراف بر خواطر است وانکشاف واقعات آیندہ واشراف وکشف را طرق بسیار است

کرامات کی حقیقت

از انجملہ است باب ضمیر از علم نجوم ورَمل، نہ پنداری کہ حکم در نجوم موقوف است بر تسویۂ بیوت ورَمل را زائچہ درکار است، ما تجربہ کردہ ایم کہ ماہر در فن نجوم چو دانست کہ الحال کدام دقیقہ آست از دقائق روز از ینجا ذہن اُو منتقل می شود، بطالع وہمہ بیوت ومواضع کواکب در خاطرِ او صورت می بندد گویا صفحۂ تسویۃ البیوت مقابل اُو ایستادہ است وہمچنین ماہر در فن رَمل گاہے در دل خود معین می کند کہ فلان انگشت را لحیان قرار دادہ ام ۔ وفلان انگشت را فلان شکل ودر ذہن صورت می بندد کہ ازین اشکال کدام متولد می شود تا آنکہ زائچہ پیش او

حاضر می شود واز انجمله باب کہانت بانواعہا و آن فن بغایت متسع است تارةً باحضار جن وتارةً بغیر آن، وازان جملہ باب طلسم کہ قواے کواکب را درصورتے بندمی کنند وازان اشراف حاصل میشود واعمال جوگ کہ بعضے ملاحظات جوگیہ را خاصیتے تمام است در اشراف وکشف مَن اراد تحقیق ذالک فلیرجع الی کتب ہذہ الفنون وہمہ ہمت بستن برکارے وشکل حبیب برآمدن ودل بردل کسے داشتن وطالب رامسخر کردن ہمہ از فنون نیرنج است ہچند ملاحظ ہستند کہ باین کار می رسانند، صلاح وفجور وسعادت وشقاوت ومقبول بودن یا مردود بودن درینجا ہیچ فرق پیدا نمیکنند، وہمچنین وجد وشوق وقلق وسرایت این حالت در حاضران منشار آن حدت قوت بہیمیہ است لہذا ہر کہ قوت بہیمیہ او قوی تر وجد او زیادہ تر آری این اعمال واین احوال بعض صالحان ہم می کنند بہ نیتی از نیات نیک، واین قدر آنہا را از کرامات نمی گرداند، کما لا یخفیٰ، وبسیاری سادہ لوحان را دیدہ ایم کہ چون این اعمال را از شیخی فرا گرفتہ اند آن را عین کرامات می دانند، چارۂ کار آنکہ کتب حدیث مثل صحیح بخاری ومسلم وسنن ابی داؤد وترمذی وکتب فقہ حنفیہ وشافعیہ را بخواند وعمل بر ظاہر سنت پیش گیرد اگر حق سبحانہ در دل او شوق صادق کرامت فرماید وطلب این راہ غالب شود کتاب عوارف را از آداب نماز وروزہ واذکار ومعموری اوقات پیش گیرد ورسائل نقشبندیہ را در طریق پیدا کردن یادداشت وابن بزرگان این ہر دو باب را بوجہے روشن نوشتہ اند کہ احتیاج بہ تلقین ہیچ مرشدے نماندہ، چون کیفیت نورِ عبادت ونسبت یادداشت حاصل شد بر آن مواظبت نماید اگر درین فرصت عزیزی را دریابد کہ صحبت او مفتاح جذب است وتاثیرِ صحبت او در مردمان درجے گیرد وبا وے صحبت دارد تا آنکہ حالت مطلوبہ ملکہ گردد وبعد ازان بگوشہ بنشیند وبدان ملکہ مشغول باشد، درین زمانہ ہیچکس نیست الا ماشاء اللہ کہ من جمیع الوجود کمال

داشتہ باشد اگر از یک وجہ کمال دارد از وجہ دیگر عاطل است پس ہمان کمال را باید حاصل کرد واز چیزہاے دیگر نظر باید پوشید خذ ما صفا ودع ما کدر، نسبتہاے صوفیہ غنیمت کبری است ورسوم ایشان ہیچ نمی ارزد این سخن بر بسیاری گران خواہد بود اما مرا کارے فرمودند بر حسب آن می باید گفت،

وصیت دیگر۔ باید دانست کہ میان ما واہل زمان اختلاف است، صوفی منشان گویند کہ اصل مطلوب فنا وبقا واستہلاک وانسلاخ است ومراعات معاش واقامۃ طاعات بدنیہ کہ شرع بدان وارد شدہ براے آن آنست کہ ہمہ کس آن اصل را نمی توانند بجا آورد وما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ، ومتکلمان گویند کہ غیر از آنچہ بدان وارد شد چیزی مطلوب نیست وما می گوییم مطلوب باعتبار صورت نوعیہ انسان بجز شرع نیست وشارع بیان آن اصل فرمودہ براے خاصہ تفصیل این اجمال آنکہ نوع انسان بوجہے مخلوق شدہ کہ جامع است میان قوۃ ملکیہ وبہیمیہ وسعادت وے در تقویت ملکیہ است وشقاوت وے در تقویت بہیمیہ وبوجہے مخلوق شدہ کہ نفس وے رنگہاے اعمال واخلاق قبول کند ودر جذر خود در آرد، وبعد موت آن را مستصحب سازد، ومثل آنکہ بدن وے کیفیات غذا را بر مے دارد باخود مستصحب می سازد ولہذا بتخمہ وحمی وغیر آن مبتلا می گردد، وبوجہی مخلوق شدہ کہ می تواند لحوق بحظیرۃ القدس وتلقی الہام از انجا کند وانچہ در حکم الہام است واز تلقی سرور وبہجت اگر بہ نسبت آن ملائکہ ملائمتے داشتہ باشد وتلقی ضیق ووحشت اگر بہ نسبت ایشان منافرتے کسب نمودہ بود، بالجملہ چون نوع انسان بوجہی واقع شدہ بود کہ اگر ایشان را بایشان گذارند امراض نفسانیہ اکثر افراد را الم رسانند، حضرت حق سبحانہ بمحض فضل وکرم خود کارسازی ایشان کرد وبراے ایشان تعیین راہِ نجات نمود وترجمان لسان غیب

که حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم از ایشان بدیشان فرستاد تا نعمت تمام شود و ربوبیتے که اول مقتضے ایجاد ایشان بود، دیگر بار دست ایشان گرفته باشد پس صورت نوعیه بلسانِ حال، شرع را از مبداء فیاض دریوزه کرده، و حکم آن لازم است جمیع افراد نوع را بحکم سریان صورۃ نوعیه در ایشان، و خصوصیۃ افراد را در آنجا دخلے نیست وفنا و بقا استہلاک وغیر اینها مطلوب اند باعتبار خصوصیۃ افراد زیرا که بعض افراد در غایت علو و تجرد مخلوق می شوند و خدا تعالےٰ اینها را براهِ ایشان دلالت می فرماید و آن حکم نوامیس نیست بلکه بلسان حال این فرد از جهة خصوصیت فردیت تقاضاے آن کرده و کلام شارع هرگز بر آن معانی محمول نیست نه صریحاً و نه اشارةً، آرے قومے این مطالب را از کلام شارع فهمیده اند مثل آنکه قصهٔ لیلےٰ و مجنون شنود و هر سخنے را بر سرگذشت خود حمل نماید و آنرا درعرف ایشان اعتبار گویند، بالجمله افراط در مقدمات انسلاخ و استہلاک و مشغول شدن هر کس و ناکس بآن داءِ عضال است در ملتِ مصطفویه خدا رحم کناد کسے را که سعی در اخمال آنها کند گو بحسب بعضے استعدادات (استعداد بهاری) اصلی داشته باشد هر چند این سخن بر بسیاری از صوفیهٔ زمان دشوار خواهد بود، آما مرا کارے فرموده اند بر حسب آن میگویم با زید و عمر کارے نیست،

وصیت دیگر- آنکه در حق اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتقاد نیک باید داشت و زبان بجز مناقب ایشان جاری نباید ساخت، درین مسئله دو صنف خطا کرده اند قومی گمان می کنند که ایشان باهم سینه صاف بودند و هرگز مشاجرات میان ایشان نگذشته و این وهم صرف است زیرا که نقل مستفیض شاهد است بر مشاجرات ایشان و انکار این نقل مستفیض نمی توان کرد، و قومی چون این چیزها بدیشان منسوب دیدند زبان

سنی و شیعه

و طعن کشادند و در روے هلاک افتادند برین فقیر ریخته اند که اگرچه اصحاب معصوم نبودند و از بعض عوام ایشان ممکن که چیزها بوجود آمده باشد که اگر از دیگران مثل آن بوجود آید مورد طعن و جرح گردد، اما ما موریم بکف لسان از مساوی ایشان و ممنوعیم از سب و طعن ایشان تعبداً برای مصلحتے، و آن مصلحت آن است که اگر فتح باب جرح در ایشان شود روایت از حضرت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم منقطع گردد، و در انقطاع برهم خوردن ملت است، و چون روایت از هر صحابی برداشته میشود اکثر احادیث مستفیض باشند و تکلیف اُمت بحجتے قائم گردد و جرح بعض در آن نقل خلل نکند، این فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد که حضرت چه می فرمایند در باب شیعه که مدعی محبت اهلبیت اند و صحابه را بد می گویند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القا فرمودند که مذهب ایشان باطل است و بطلان مذهب ایشان از لفظ "امام" معلوم می شود، چون ازان حالت افاقت دست داد در لفظ امام تامل کردم معلوم شد که امام باصطلاح ایشان معصوم مفروض الطاعة منصوب للخلق است و وحی باطنی در حق امام تجویز می نمایند پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفته باشند، و چنانکه در حق اصحاب اعتقاد نیک باید داشت همچنان در حق اهل بیت معتقد باید بود، و صالحین ایشان را بمزید تعظیم تخصیص باید کرد، وقد جعل اللّٰه لکل شیٔ قدراً، این فقیر را معلوم شده است که ائمه اثنا عشر رضی اللہ عنهم اقطاب نسبتے بوده اند از نسبتها، و رواج تصوف مقارن انقراض ایشان پیدا شد، اما عقیده و شرع را بجز از حدیث پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم نتوان گرفت قطبیۃ ایشان امرے است باطنی به تکلیف شرعی کار ندارد، و نص و اشاره هر یکے بر متاخر باعتبار همان قطبیۃ است، و امور امامت که مے گفتند راجع همان است که بعض خلص یاران

خود را بر آن مطلع می ساختند پس از زمانی قومی تعمق کردند و قول ایشان را بر محلے دیگر فرود آوردند
والله المستعان،

طریقۂ تعلیم

وصیت دیگر طریق تعلیم علم چنانکه تجربه محقق شد آنست که نخست رسائل مختصر صرف و نحو
درس گویند سه سه نسخه از هر یکے یا چهار چهار بقدر ذهن طالب العلم بعد ازان کتابے از تاریخ
یا حکمت عملی که بزبان عربی باشد آموزند و در آن میان بطریق تتبع کتب لغت و بر آوردن
مشکل از جاے آن مطلع سازند، چون قدرت بزبان عربی یافت موطا بروایت یحیی بن یحیی
مصمودی بخوانانند و هرگز آن را معطل نگذارند که اصل علم حدیث است و خواندن آن فیضها
وارد و مارا اسماع جمیع آن مسلسل است، بعد ازان قرآن عظیم درس گویند بآن صفت که صرف
قرآن بخوانند بغیر تفسیر و ترجمه گویند و در آنچه مشکل باشد در نحو یا در شانِ نزول متوقف شوند
و بحث نمایند و بعد فراغ از درس تفسیر جلالین را بقدر درس بخوانند درین طریق فیضها است
بعد ازان در یک وقت کتب حدیث می خوانده باشد از صحیحین و غیر آنها و کتب فقه
و عقاید و سلوک در یک وقت کتب دانشمندی مثل شرح ملا جامی و قطبی و غیر آن الی
ماشاء الله و اگر میسر آید که مشکوٰة را یک روز بخوانند و روز دیگر شرح طیبی بقدر آنچه روز اول
خوانده است بخوانند خیلے نافع است،

شعار عرب اختیار کردنی

وصیت دیگر ما مردم غریبیم که در دیار هندوستان آبای ما بغربت افتاده اند عربیت
نسب و عربیت لسان هر دو فخر ماست که ما را بسید اولین و آخرین و افضل انبیا و
مرسلین و فخر موجودات علیه و علی آله الصلوت والتسلیمات نزدیک می گرداند شکر این
نعمت عظمی آنست که بقدر امکان عادات و رسوم عرب اول که منشأ آنحضرت است
صلی الله علیه وسلم از دست ندهیم، و رسوم عجم و عادات هنود را درمیان خود نگذاریم،

اخرج البغوی عن ابی عثمان النهدی قال اتانا کتاب عمر بن الخطاب رضی الله
تعالی عنه ونحن باذربیجان مع عتبةِ بن فرقدٍ اما بعد فاتزروا وارتدوا و
انتعلوا والقوا الخفاف والقوا السراویلاتِ وعلیکم بلباس ابیکم اسمعیل
وایاکم والتنعم وزیّ العجم وعلیکم بالشمسِ فانها حمام العرب
وتمعددوا واخشوشنوا واخلولقوا واعطوا الرکب فانزوا وانزواً و
ارموا الاغراض وفی روایةٍ وانزوا علی الخیولِ نزواً،

یعنی چون عرب براے جهاد باطراف عجم منتشر شدند، حضرت عمر رضی الله عنه ترسیدند که
رسم عجم اختیار کنند و رسم عرب را ترک نمایند پس بدیشان نامه نوشتند که ازار بندید و
چادر پوشید و نعل پوشید و بگذارید موزه ها را و بگذارید شلوار ها را و لازم گیرید، لباس پدر خود اسمعیل را
و خود را دور دارید از تنعم و هیئت عجم و لازم گیرید نشستن در آفتاب، هر آئینه آفتاب
حمام عرب است و بر رسم قوم معد باشید و درشت لباس باشید و سخت گذران باشید
و کهنه پوشی خو کنید و تناول کنید شیر آن را یعنی بگیرید در رام سازید و جست کرده سوار شوید
بر اسپان و تیر اندازید به نشانها،

نکاح ثانی

یکے از عادات شنیعۂ هنود آنست که چون شوهر زنے بمیرد نگذارند که آن زن شوهر
دیگر کند و این عادت اصلاً در عرب نبود، نه قبل ازان حضرت و نه در زمان آنحضرت
و نه بعد آنحضرت صلے الله علیه وسلم، خدا تعالی رحمت کناد بر آن کس که این عادت شنیعه را
تلاشی سازد و اگر ممکن نباشد که از عموم ناس مرتفع شود، درمیان قوم خود اقامت این
عادت عرب باید کرد، و اگر این نیز ممکن نباشد این عادت را قبیح باید دانست و بدل
دشمن آن باید بود که ادنی مراتب نهی منکر همین است،

دیگر از عادات شنیعہ ما مردم آن است کہ مہر بسیارے معین کنند، انحضرت صلعم کہ زنہا در دین و دنیا بآن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم منتہی مے شود، مہر اہل بیت خود کہ بہترین مردم اند، دوازدہ اوقیہ ونش مقرر فرمودہ اند و آن پانصد درم است،

مراسم شادی وغمی

دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در افراح و رسوم بسیار در آن مقرر کردن انچہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در شادیہا مقرر فرمودہ اند، دو شادی است ولیمہ و عقیقہ، این ہر دو را باید گرفت وغیر آن را باید گذاشت، باہتمام والتزام آن نباید گرفت،

دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و سوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینا و این ہمہ را در عرب اول وجود نبود، مصلحت ان است کہ غیر تعزیت وارثانِ میت تا سہ روز و اطعام ایشان یک شبانہ روز رسمے نباشد بعد سہ روز نسا رقبیلہ جمع شوند و طیب (خوشبو) در ثیاب نسا رمیت استعمال کنند و اگر زوجہ است بعد انقضاے عدت قطع احداد نماید،

بی تعلیم

سعید از ما کسے است کہ بلسانِ عرب وصرف ونحو وکتب ادب مناسبت پیدا کند و حدیث و قرآن را ادراک نماید، اشتغال بکتب فارسیہ وہندیہ کہ علم شعر و معقول دہر چہ ضروریہ پیدا کردہ اند و ملاحظہ تاریخہاے ماجریات ملوک و مشاجراتِ اصحاب ہمہ ضلالت در ضلالت است و اگر رسم زمانہ مقتضے اشتغال بان گردد این قدر خود ضرور است کہ این علم دنیا داند و از ان متنفر باشد و استغفار وندامت کند، و ما را لابد است کہ بجر بین محترین رویم و روے خود را بر آن آستانہاے مالیم، سعادت ما این است و شقاوت ما در اعراض ازین،

وصیت در حدیث شریف آمدہ است من ادرک منکم عیسیٰ ابن مریم فلیقرا منی السلام

این فقیر آرزوے تمام دارد اگر ایام حضرت روح اللہ را دریابد اول کسیکہ تبلیغ سلام کند من باشم و اگر من آن را نہ دریافتم ہر کسیکہ از اولاد یا اتباع این فقیر، زمان بہجت نشان آن حضرت علی نبینا وعلیہ السلام دریابد، حرص تمام کند در تبلیغ سلام تا کتیبہ آخرہ از کتائب محمدیہ ما باشیم، انتہی

(فوج)

ملاحظات:

ان وصایا مین بہت سی باتین ایسی ہین جنکو ہمارے مضمون سے براہِ راست کوئی تعلق نہین، لیکن جب یہ سوال کیا جاے کہ سلف صالحین اور قدماے اہل السنۃ کا ان امور مین کیا مسلک تھا، تو شاہ صاحب کے وصایا سے بہتر کوئی جواب نہین ہو سکتا، شاہ صاحب نے عقاید، مسائل فقہ تعلیم (روحانی تصوف) اور دیگر اعمال زندگی مین ان بزرگون کے اصلی خیالات اور آرا کا صحیح نقشہ کھینچ دیا، شاہ صاحب نے چند صفحون مین جو موتی بکھیرے ہین، وہ احادیث، تراجم اور سیر کے ہزارون صفحات کے بحر ناپیدا کنار کی غوطہ خوری مین ہاتھ نہین آسکتے تھے، اب ایک ایک مسئلہ پر نظر ڈالیے،

عقاید

"در عقاید مذہب قدما اہل سنت اختیار کردن، واز تفصیل وتفتیش انچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن، وبہ تشکیکات خام معقولیان التفات نکردن" ان دو سطرون مین جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہمارے ۵۰ صفحہ کے دعوون اور دلیلون کا خلاصہ ہے،

مسائل فقہیہ

فقہیات مین ایک اہل حدیث کی جماعت ہے، دوسری اہل الراے، شاہ صاحب فرماتے ہین کہ حق ان دونون کے بیچ مین ہے، کہتے ہین: "در فروع پیروی علماے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث، کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن، انچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن، والا کالاے بد بریش خاوند دادن،

امر ونہی منکر اس باب مین علما کے دو گروہ ہین، ایک تو اسقدر سختی پسند ہے کہ ذرا ذراسی بات مین ناک بھون چڑہاتا ہے، دوسرا وہ ہے جو نصیحت وموعظت مین ہمیشہ نرمی اور لطف ومدارات کا سبق دیتا ہے، شاہ صاحب علماے حق کا یہ فیصلہ سُناتے ہین کہ فرائض اور کبائر ذنوب مین سختی کرنی چاہیئے اور مختلف فیہ مسائل مین نرمی اور تسامح،

ہمارے زمانہ مین علما رکا عمل اسکے بالکل برخلاف ہے، مراسم شرک، مثلاً قبر پرستی، تعزیہ داری ترک صوم وصلوۃ وغیرہ پر انکو اتنا غصہ نہین آتا جتنا آمین بالجہر پر، پائجامہ کے ٹخنے سے نیچے ہونے پر،

روحانی تعلیم (تصوف) آجکل تصوف کے وجوب اور ہر مسلمان کے لئے اسکے ضروری ہونے پر اسقدر زور دیا جاتا ہے کہ شاید کتاب وسنت سے مسلمان مستغنی ہو سکتا ہی لیکن تصوف سے کسی کا مستغنی ہونا ممکن نہین، شاہ صاحب فرماتے ہین کہ "مشائخ زمانہ کے ہاتھ مین کہ جو انواع بدعات مین مبتلا ہین، ہاتھ ندینا چاہیئے اور نہ عوام کے اعتقاد اور کرامات سے دہوکا کہانا چاہیئے پھر ان کرامات کی حقیقت کھولی ہے اور اپنے تجربے بتائے ہین اور لکھا ہی کہ تصوف کی ضرورت ہر شخص کو نہین،

اہل سنت وشیعہ یہ بھی غلط کہ صحابہ مین اختلافات نہ تھے، اور یہ بھی صحیح نہین کہ یہ اختلافات حد معصیت تک پہنچ گئے تھے، صحابہ کی نسبت اعتقاد نیک رکھنا چاہیئے، ائمہ اثنا عشر اپنے اپنے زمانہ کے اولیا اور اقطاب تھے انکو معصوم نہین سمجھنا چاہیئے،

طریقۂ تعلیم ہم اتنی کوششون اور مجاہدون کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے ہین کہ نصاب تعلیم مین سب سے اول درجہ قران کو دینا چاہیئے اور وہ بھی بغیر آمیزش تفسیر متن قرآن پڑھنا چاہیے، عملی قوی کو تحریک مین لانیکے لئے ہمارے نصاب تعلیم مین کچھ نہین، شاہ صاحب کہتے ہین "بعد از ان کتابے از تاریخ یا حکمت عملی کہ بزبان عربی باشد آموزند"

ہندوستان کے مراسم شرک شادی وغم کے موقع پر ہندوستان مین جو مراسم ادا ہوتے ہین جو لوگ انکو جائز بتاتے ہین وہ شاہ صاحب کا کیا جواب دیتے ہین!

سلسلہ

مکالمات برکلے

از مولوی عبد الماجد بی۔ اے

ا - ضرور ہوتی ہے،

ف - اور تلخی ایک ناخوشگوار کیفیت کا نام ہے،

ا - ظاہر ہے،

ف - اب اگر شکر وافسنتین غیر حاس وغیر مدرک اجسام ہین تو شیرینی وتلخی (جو لذت والم کی دو کیفیتین ہین) کیونکر ان مین موجود ہو سکتی ہین؟

ا - آہا - اب مجھے اصلی مغالطہ نظر آیا، جناب نے سوال کیا تھا کہ آیا گرمی وسردی شیرینی وتلخی خوشگواری وناگواری ہی کی صورتین ہین؟ اور مین نے اسکا جواب اثبات مین دیا، حالانکہ صحیح جواب یہ ہونا چاہیئے کہ ان اعراض کی دو مختلف حیثیات ہین، ایک حیثیت انکی محسوسیت کی ہے، اور اس لحاظ سے وہ بے شبہہ لذائذ وآلام مین شمار کیے جاسکتے ہین، لیکن دوسری حیثیت خود انکے وجود کی ہے، اور اس لحاظ سے وہ یقیناً اشیاے خارجی کی جانب منسوب کیجا سکتی ہین، اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہین کہ آگ مین گرمی اور شکر مین شیرینی سرے سے نہین ہوتی بلکہ صرف اسقدر درست ہے کہ انکا جو جزو محسوس کیا جاسکتا ہے، اسکا وجود صرف ذہن مین ہوتا ہے، اور باقی اجزار کا وجود ذاتی وخارجی ہوتا ہے،

ف - یہ آپ نے بالکل غیر متعلق سوال چھیڑ دیا، ہمارے آپکے گفتگو صرف اشیار محسوسہ سے متعلق ہو رہی ہے، جنکی تعریف آپ یہ کر چکے ہین کہ "وہ وہ چیزین ہین جنہین ہم براہ راست اپنے حواس سے دریافت کرتے ہین،" اسلئے اگر یہ قول آپکے بعض اعراض کا وجود انکے علاوہ کسی اور حیثیت سے ہے تو ہمارے پاس اسکے علم کا کوئی ذریعہ نہین اور نہ مانحن فیہ سے

اسے کوئی واسطہ ہے، آپکو یہ دعوی کرنیکا بیشک اختیار ہے کہ بعض اعراض ایسے ہین جنکا احساس و ادراک نہین کیا جاسکتا، اور یہ غیر معلوم و غیر محسوس اعراض آگ اور شکر مین وجود رکھتے ہین، لیکن اس دعوئی کو ہمارے موضوع بحث سے کیا علاقہ ہے؟ خیر یہ تو ہوا مگر اب ذرا دوبارہ فرمایئے کہ آپ کیا گرمی و سردی شیرینی و تلخی (محسوس بالحواس) کا وجود ذہنی تسلیم کرتے ہین، یا اسمین ابھی کچھ شک ہے؟

ا - ہان یہ دعوی تو واقعی میرے لئے کچھ بھی مفید نہین، مین اس سے دست بردار ہوتا ہون لیکن یہ عجیب بات ہے کہ شکر مین شیرینی نہین ہوتی،

ف - اپنے مزید اطمینان کے لئے اسپر غور کیجئے کہ کیا شیرینی بعض امراض کی حالت مین تلخ نہین معلوم ہونے لگتی؟ اور کیا یہ آے دن کا مشاہدہ نہین کہ جو غذا مین ایک شخص کو لذیذ معلوم ہوتی ہین، دوسرے کو انسے نفرت ہوتی ہے؟ اب اگر ہر شے مین فی نفسہ ایک خاص قسم کا ذائقہ موجود رہتا ہے تو اس اختلاف و تنوع ذوق کی علت کیا ہوسکتی ہے؟

ا - ہان اسکی توجیہ تو میرے سمجھہ مین بھی نہین آتی،

ف - اچھا، اب بُو کو لیجئے مین نے جو کچھ ذائقہ سے متعلق کہا، کیا وہ حرف بحرف شامہ پر چسپان نہین ہوتا؟ گویا وہ بعض خوشگوار و ناگوار حسیات کے مرادف نہین؟

ا - ہین تو سہی،

ف - اسلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی غیر حاس شے مین موجود ہوسکین،

ا - ضرور ناممکن ہے،

ف - کیا آپکے خیال مین غلاظت و نجاست، جسے جانور اس شوق سے کھاتے ہین، انکے لئے وہی بُو رکھتی ہے جو ہمارے لئے رکھتی ہے،

ا - ہرگز نہین،

ف - تو معلوم ہوا کہ مزہ کی طرح بُو بھی محض ایک اضافی شئے ہے، جو جسم حاس یا ذہن پر منحصر ہے

ا - مین نے مان لیا،

ف - اب آواز کو لیجئے کیا آپکے نزدیک اس عرض کا اجسام خارجی مین وجود ہوتا ہے؟

ا - اجسام آواز کنندہ مین تو نہین، اسلئے کہ مخرج الہوا کے ذریعہ سے کسی مقام سے ہوا نکال لینے کے بعد وہان اگر گھنٹا بجایا جاے تو بھی بے آواز رہیگا، البتہ ہوا اسکا محل ضرور ہے،

ف - اسکی دلیل؟

ا - دلیل یہ ہے کہ ہوا کی حرکت اگر تیز ہوتی ہے تو آواز بھی زور سے سنائی دیتی ہے، اور اگر وہ مدہم ہوتی ہے تو آواز بھی پست معلوم ہوتی ہے، اور اگر ہوا مین حرکت بالکل نہو تو آواز بھی نہین پیدا ہوتی،

ف - اچھا بقول آپکے یہ بھی سہی کہ بغیر حرکت ہوائی کے کوئی آواز نہین سنائی دیتی، لیکن اس سے یہ نتیجہ تو نہین نکلتا کہ خود آواز کا وجود ہوا مین ہے،

ا - یہ ہواے خارجی ہی کی حرکت ہوتی ہے جو ذہن مین آواز کا حس پیدا کرتی ہے، ہوا کا تھپیڑا جب کان کے پردہ پر لگتا ہے تو ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو اعصاب سمعی کی وساطت سے دماغ تک پہنچتا ہے، جس سے متاثر ہوکر روح مین جو حس پیدا ہوتا ہے اُسی کا نام آواز ہے،

ف - تو آخر آواز بھی حس ہی ٹھہری نہ؟

ا - ہان جس حد تک ہمین محسوس ہوتی ہے بے شبہہ ایک حس ذہنی ہی ہے،

ف - کیا کوئی حس خارجی بھی ہوسکتا ہے ؟

ا - نہین حس توبہرحال ذہنی ہی ہوگا ،

ف - توپھرحس آواز کا ذہن سے خارج ہوامین کیونکروجود ہوسکتا ہے ،

ا - لیکن آپکوخیال رکھنا چاہیئے کہ صوت من حیث الحس (یعنی جس حدتک ہمین محسوس ہوتی ہے) اورصوت من حیث الصوت (یعنی جس حدتک اسکا وجود خارج مین ہوتاہی) دوبالکل علحدہ چیزین ہین ، اول الذکرایک حس ہے ، اورآخرالذکرایک تموج وارتعاشِ ہوائی ہے ،

ف - مین آپکی اس تفریق کی توپیشترتردید کرچکا ہون ، لیکن خیراس سے قطع نظرکرکے کیا آپکے خیال مین آوازحرکت ہی کا نام ہے ؟

ا - مین توایسا ہی سمجھتا ہون ،

ف - توجواعراض آوازکے ہوتے ہین انکا انتساب حرکت کی جانب بھی صحیح ہوگا ،

ا - ضرورہوگا ،

ف - تو آوازکی طرح آپ حرکت کوبھی بلند ، شیرین ، متین کہہ سکتے ہین ؟

ا - آپ تومیرامفہوم سمجھنے مین خواہ مخواہ اُلجھاؤ پیدا کرتے ہین ، یہ توکھلی ہوئی بات ہی کہ یہ اعراض ، صوت محسوس کے یعنی جس معنی مین ہم عام طورپراسے استعمال کرتے ہین ، انہین صوت حقیقی سے یعنی اسکے جومعنی فلاسفہ لیتے ہین اس سے کوئی علاقہ نہین ، اسلئے کہ یہ آخرالذکرتمامترایک تموج ہوائی ہے ،

ف - توگویا آوازکی دوقسمین ہین ، ایک رسمی جومرعوبۂ عوام ہے ، دوسرے حقیقی جو فلاسفہ کے لئے مخصوص ہے ،

ا - بیشک ،

ف - اوریہ آخرالذکرنام ہے حرکت کا ،

ا - جی ،

ف - اچھا یہ توارشاد ہوکہ حرکت کا علم انسان کواپنے حواس مین سے کسکے ذریعہ سے ہوتاہے ؟ حس سامعہ سے ؟

ا - نہین صاحب ، سامعہ سے کیون ہوتا ، باصرہ ولامسہ سے ہوتاہے ،

ف - تونتیجہ یہ نکلا کہ ہم آوازحقیقی کوکبھی سُن نہین سکتے بلکہ دیکھ اورچھو سکتے ہین ،

ا - خیروہ میرے عقیدہ کوآپ جسقدرچاہیئے مضحک بنائیے ، لیکن اس سے اصل حقیقت پرکوئی اثرنہین پڑسکتا ، اسکا تومجھے خوداعتراف ہے کہ آپ جونتائج میری تقریرسے پیدا کرتے ہین ، وہ کانون کوعجیب ضرورمعلوم ہوتے ہین ، لیکن اسکا اصلی باعث زبان کی خامی ہے ، زبان چونکہ عوام کی وضع کردہ اوراُنہین کے استعمال کی ہے ، اسلئے اگر دقیق فلسفیانہ خیالات نامانوس وغریب معلوم ہون تواسمین حیرت کی کیا بات ہے ؟

ف - اوہو ، توآخرکارآپنے یہ تسلیم کرلیا کہ آپکے خیالات دنیا کے عام مسلمات سے بہت ہٹے ہوئے ہین ، اوریاد ہوگا کہ آغازگفتگومین ہمارے آپکے یہی تنقیح قائم ہوئی تھی کہ کسکے خیالات مسلمات جمہورسے ہٹے ہوے ہین ، لیکن خیراس سے قطع نظرکرکے کیا واقعی آپکو اس نظریہ مین کوئی استبعاد نہین نظرآتا کہ "حقیقی آوازین ہمیشہ غیرمسموع رہتی ہین" جنکا علم سامعہ کے علاوہ کسی اورحس سے حاصل ہوتاہے ؟ اورکیا اسمین بداہتہً آپکو ماہیت وحقائق اشیاء سے تعارض نظرنہین آتا ؟

ا - ہان یہ نظریہ کچھ داہین اُترتا تونہین ، اچھا مین یہ تسلیم کئے لیتا ہون کہ آوازکا بھی

نفس سے خارج کوئی وجود نہین،

ف - اور غالباً رنگ سے متعلق بھی آپ بآسانی یہی تسلیم کرلین،

ا - معاف فرمائیگا، رنگ کی بابت تو آپکا یہ خیال کسی طرح درست نہین ہوسکتا، رنگ کا وجود اشیاء خارجی مین نظر آنا ایک بدیہی مسئلہ ہے،

ف - یہ اشیاء جواہر مادی ہونگے جو نفس سے خارج وجود رکھتی ہین،

ا - ہان اور کیا،

ف - اور الوان حقیقی کا مستقر ہونگی؟

ا - ہر مرئی شے اس رنگ کی مستقر ہوتی ہے جو ہمین اسمین دکھائی دیتا ہے،

ف - کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شے مرئی ہو اور باصرہ سے محسوس نہو،

ا - قطعاً ناممکن ہے،

ف - کیا یہ ممکن ہی کہ کوئی محسوس شے براہِ راست نہو؟

ا - نہین صاحب یہ کیونکر ممکن ہی اسی کو ہزار مرتبہ میری زبان سے قبلوائیگا،

ف - ذرا تحمل سے کام لیجئے، برہمی کی کوئی بات نہین، مین صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ آیا اعراض محسوسہ کے سوا کوئی اور شے بھی حواس کے ذریعہ سے دریافت ہوسکتی ہے؟ آپ پیشتر فرما چکے ہین کہ "نہین" آپ اب بھی اس راے پر قائم ہین؟

ا - بلاشک -

ف - تو کیا آپ یہ تسلیم کرتے ہین کہ آپکا جوہر مادی بھی ایک عرض محسوس یا چند اعراض محسوسہ کا مرکب ہے؟

ا - لاحول ولاقوۃ، بھلا اس مہمل خیال کو کون تسلیم کرسکتا ہے؟

ف - دیکھیئے آپ ابھی تسلیم کرچکے ہین کہ ہر مرئی شے اس رنگ کی مستقر ہوتی ہے جو اسمین دکھائی دیتا ہے، جسکے معنی یہ ہین کہ جواہر مادی اور اشیاے محسوسہ ایک ہین، اب دو ہی صورتین ممکن ہین، یا یہ کہ جواہر مادی اعراض محسوسہ کے حکم مین داخل ہین، اور یا یہ کہ اعراض کے علاوہ بھی کوئی شے ہے جو مرئی ہے، حالانکہ ہمارے آپکے درمیان جو اصول طے ہوچکے ہین انکی بنا پر یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ جوہر مادی اعراض محسوسہ سے علٰحدہ کوئی شے نہین،

ا - خیر اسکا آپکو اختیار ہے کہ خواہ جسقدر مہمل و مضحک نتائج چاہیئے نکالئے، لیکن اس سے حقائق اشیاء نہین بدل سکتے، اور نہ مین اپنے حواس کو غلط سمجھ سکتا ہون، مین اپنے مفہوم کو خوب سمجھتا ہون،

ف - کاش آپ وہی مجھے بھی سمجھا سکتے، لیکن آپ چونکہ بہرحال جوہر مادی کی تعریف و توضیح سے اعراض کرتے ہین، اسلیئے مین بھی اسپر زیادہ زور نہ دونگا، اب یہ فرمائیے کہ جو رنگ ہمین اجسام خارجی مین دکھائی دیتے ہین، وہی ان مین ہوتے ہین یا کوئی اور؟

ا - ظاہر ہی کہ وہی، یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟

ف - اچھا تو ابر کے جو ٹکڑے ہمین سرخ و ارغوانی رنگ کے دکھائی دیتے ہین، یہ فی الواقع ایسے ہی ہوتے ہین، یا صرف سیاہ رنگ کے بخارات ہوتے ہین،

ا - نہین، یہ ابر فی الواقع سرخ و ارغوانی رنگ کے نہین، یہ تو صرف فاصلہ کے سبب سے ہم پر ایسے ظاہر ہوتے ہین،

ف - تو گویا رنگ دو طرح کے ہوے، اضافی و حقیقی، ان دونون مین مابہ الامتیاز کیا ہے؟

ا - یہ تو کچھ بھی مشکل سوال نہین، اضافی رنگ وہ ہین جو دور سے معلوم ہوتے ہین، مگر قریب سے دیکھیئے تو معدوم ہوجاتے ہین،

ف - اور حقیقی رنگ وہ ہین جو غایر ترین وقریب ترین معائنہ سے محسوس ہوتے ہین،

ا - بیشک،

ف - یہ غائر ترین وقریب ترین معائنہ خوردبین سے ہونا ممکن ہی یا خالی آنکھ سے ؟

ا - یقیناً خوردبین سے،

ف - لیکن خوردبین سے تو اکثر ایسے رنگ محسوس ہوتے ہین جو خالی آنکھ سے دیکھے ہوئے رنگون سے بالکل مختلف ہوتے ہین، بلکہ اگر خوردبین بہت زیادہ طاقت کی ہو تو اسکی وساطت سے یقیناً ہمین ہر شے کا رنگ اس سے مختلف نظر آئیگا جو خالی آنکھ سے نظر آتا ہے،

ا - لیکن اسکا نتیجہ ؟ اس مقدمہ سے کہ مصنوعی آلات کی مدد سے رنگون مین تغیر ہوجاتا ہے یا وہ سرے سے معدوم ہوجاتے ہین، یہ نتیجہ تو بہرحال نہین نکل سکتا کہ سرے سے الوان کا وجود حقیقی ہی نہین،

ف - میرے خیال مین تو آپکے تسلیم کردہ مقدمات سے یہ نتیجہ بداہتہً نکلتا ہے کہ جتنے رنگ ہمین خالی آنکھ سے دکھائی دیتے ہین، سب مثل بادل کے رنگ کے محض ظاہری ہوتے ہین، اسلئے کہ خوردبین کے دقیق وغایر معائنہ سے یہ سب معدوم ہوجاتے ہین، اور ہان یہ تو فرمایئے کہ کسی شے کی اصلی وصحیح حالت کا اندازہ کرنیکے لئے زیادہ قوی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے یا معمولی نگاہ کی ؟

ا - ظاہر ہے کہ زیادہ قوی کی،

ف - مگر کیا یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت نہین کہ خوردبین ایک قوت یافتہ نگاہ ہی کا دوسرا نام ہے، اور یہ کہ اسکے ذریعہ سے اشیاء ویسی ہی نظر آتی ہین جیسی کسی نہایت قوی وتیز نگاہ سے دکھائی دیتین،

ا - اس سے کسکو انکار ہے،

ف - تو بس یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ خوردبینی معائنہ اصلیت کی زیادہ صحیح ترجمانی کرتا ہے اسلئے جو رنگ خوردبین سے نظر آتے ہین، وہی بمقابلہ خالی آنکھ سے نظر آنے والون کے زیادہ معتبر وحقیقی ہوتے ہین،

ا - ہان یہ نتیجہ تو واقعی صحیح معلوم ہوتا ہے،

ف - اسکے علاوہ کیا یہ حقیقت ناقابل انکار نہین کہ حیوانات اپنی آنکھون سے ہزارہا ان چیزون کو محسوس کرتے ہین جو ہمارے لئے بالکل غیر مرئی رہتی ہین، خوردبینی جسامت کے ننھے ننھے جانور جو ہمین نظر تک نہین آتے، اگر بالکل اندھے نہین ہین بلکہ کچھ بھی بینائی رکھتے ہین اور اُنکی بینائی انکی صیانت حیات مین کچھ بھی معین ہوتی ہے تو یقیناً وہ اپنے جسم سے بھی صغیر تر ذرات کو دیکھتے ہونگے جو ہمارے لئے قطعاً غیر مرئی رہتے ہین، پھر خود ہماری بصارت کا کیا حال ہے ؟ کیا مختلف حالات مین خود ہمین اشیا مختلف طرح پر محسوس نہین ہوتین ؟ یرقان مین ہر شے زرد نظر آتی ہے، وقس علی ہذا - کیا ان حالات سے یہ صحیح نتیجہ نہین نکلتا کہ جن حیوانات کی آنکھون کی ساخت اور جنکے جسم کی اخلاط ہم سے بالکل مختلف ہوتی ہین، اُنہین اشیاء کے رنگ بھی ہم سے یقیناً بالکل مختلف محسوس ہوتے ہونگے، جو دلیل ہی اس امر کی کہ تمام رنگ یکسان ایک اضافی حیثیت رکھتے ہین اور کوئی شے کسی حقیقی رنگ کا مستقر نہین ہوتی،

ا - مجھے تسلیم ہے،

ف - پھر یہ بھی غور کیجئے کہ اگر بقول آپکے رنگ، اجسام خارجی کی ماہیت مین داخل ہوتا یا انکا عرض حقیقی ہوتا تو تاوقتیکہ خود ان اجسام مین کوئی تغیر نہوتا، اسے علی حالہ قائم رہنا چاہئے تھا،

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ خوردبین کا استعمال، رطوبات چشم کا تغیر، فاصلہ کی کمی زیادتی غرض ہر خارجی موثر رنگ کو یا غائب کردیتا ہے، اور یا تبدیل کردیتا ہے، یہ بھی نہ سہی باقی سارا ماحول اسی طرح رہنے دیجئے، صرف اشیاء کا محل و وضع بدل دیجئے، بس اتنی بات سے رنگ مین بھی فرق آجائیگا، روشنی کے درجات مین تخفیف و اضافہ کیجئے، اور رنگ مین تغیر دیکھ لیجئے، روز روشن مین ایک شے کو دیکھئے تو کچھ رنگ ہے، اور اسی شے کو رات کو چراغ کی روشنی مین دیکھئے تو رنگ کچھ کا کچھ نظر آئیگا، پھر منشور کے تجربات کا تو حال معلوم ہی ہے کہ اسکے اثر سے مختلف الانواع امواج نور کی تحلیل و علحدگی سے اشیاء کا رنگ بالکل تبدیل ہوجاتا ہے، یہانتک کہ جو شے سفید ہوتی ہے وہ خالی آنکھ کو گہری نیلی یا سرخ معلوم ہونے لگتی ہے، اب اگر ان واقعات و مشاہدات کے باوجود بھی آپکا یہ خیال ہو کہ ہر جسم ایک حقیقی رنگ رکھتا ہے تو براہِ کرم فرمایئے کہ وہ کونسی مخصوص روشنی، کونسا مخصوص ماحول کونسا مخصوص فاصلہ، اور کونسی مخصوص ساختِ چشم ہے، جنکے اجتماع پر اضافی نہین بلکہ حقیقی رنگ کا ادراک ہوسکتا ہے۔

ا- نہین اب اسکا تو مین قائل ہوگیا کہ جملہ الوان مساوی طور پر اضافی ہین، کوئی جسم حقیقی طور پر کسی رنگ کا مستقر نہین، بلکہ ہر ایک کا دار و مدار روشنی کی نوعیت و مدارج پر ہے، اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ روشنی ہی کی تیزی و خفت کی مطابقت مین رنگ بھی گہرے اور ہلکے ہوتے ہین، اور جب روشنی نہین ہوتی ہے تو رنگ بھی نظر نہین آتا، اسکے علاوہ اگر رنگ اجسام خارجی مین ہو بھی تو ہمارے پاس اسکے ادراک کا کیا ذریعہ ہے؟ اجسام خارجی نفس پر اگر موثر ہوسکتے ہین تو محض آلات حواس کی وساطت سے، لیکن یہ معلوم ہے کہ جسم کی فعلیت کا طریقۂ وحید اسکی حرکت ہی ہے، اور سریان حرکت، تہیج یا تموج ہی کے

ذریعہ سے ممکن ہے، چنانچہ فاصلہ کی چیز چونکہ آلۂ بصارت کو متاثر نہین کرتی، اسی لئے نفس اسے ادراک نہین کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ ادراکِ لون کے لئے ضروری ہے کہ کوئی جوہر براہِ راست آنکھ کے متصل و متقارن ہو، اور یہ شے نور ہے،

ف- تو نور ہی جوہر ٹھہرا!

ا- بیشک جس شے کو نور خارجی سے موسوم کیا جاتا ہے، وہ ایک جوہر لطیف و رقیق ہی ہے، جسکے ذرات نہایت سرعت سے حرکت کرتے ہوئے اور مختلف اشیاء خارجی کی سطحون سے مختلف طریقون پر آنکھ پر منطبع ہوتے ہوئے اعصاب بصری تک مختلف تموجات کو پہنچاتے ہین، یہان سے یہ تموجات دماغ تک پہنچتے ہین، وہان انکے مختلف نقوش قائم ہوتے ہین، اور وہین زرد، سرخ، کبود وغیرہ کا احساس ہوتا ہے،

ف- لیکن نور اس سے زیادہ تو کچھ نہین کرتا کہ اعصاب بصری مین لرزش پیدا کردیتا ہے،

ا- ہان بس اسیقدر کرتا ہے،

ف- اور ہر تموج عصبی پر نفس مین ایک حس پیدا ہوجاتا ہے جو کوئی خاص رنگ ہوتا ہے،

ا- جی-

ف مگر ان حسیات کا خارج مین کوئی وجود نہین ہوتا،

ا- اچھا تو؟

ف- تو یہ کہ آپ جو نور سے ایک جوہر مادّی موجود فی الخارج مراد لے رہے ہین کیونکر یہ کہہ سکتے ہین کہ نور الوان کا مستقر ہے،

ا- نور و لون من حیث المحسوسات تو بے شبہہ وجود خارجی نہین رکھتے لیکن بحیثیت اپنے ذاتی و مستقل وجود کے بعض غیر حاس ذرات مادّہ کے تموجات ہین،

ف - مگر اتنا تو آپکو مسلّم ہے کہ الوان اپنے عرف عام مین اور بحیثیت مرئیات کے محض ایک وجود ذہنی رکھتے ہین،

ا - یہ بے شبہہ مسلم ہے،

ف - بہرحال اب لون مرئی سے متعلق جب آپنے یہ تسلیم کرلیا کہ اسکا وجود محض ذہنی ہی ہوتا ہے، تو مجھے اس سے تعرض نہین کہ آپکے حکمار کا اختراعی لون غیر مرئی کیسا وجود رکھتا ہے اور وجود رکھتا بھی ہے یا نہین، مین ایسے خیالات پر کوئی رد و قدح کرنا نہین چاہتا البتہ آپکو یہ مشورہ ضرور دونگا کہ آپ بطور خود اس مسئلہ پر غور کیجیے کہ سرخ و کبود مرئی الوان حقیقی نہین بلکہ الوان حقیقی "وہ بعض نامعلوم حرکات و اشکال ہین جنھین نہ ابتک کسی نے دیکھا ہے اور جنھین نہ آیندہ کوئی دیکھ سکتا ہے" اور خیال کیجیے کہ یہ کہانتک سمجھ مین آنے والی بات ہے کیا آپکو اسمین صریح استبعاد نظر نہین آتا؟ اور کیا اس مقدمہ سے ویسے ہی مہمل و مضحک نتائج لازم نہین آتے، جیسے کچھ دیر پیشتر آواز سے متعلق بحث کرتے ہوے آپکے مسلمات سے لازم آتے تھے،

ا - خیر اب تو مین صاف صاف اعتراف ہی کیون نہ کرلون کہ اب اس مسئلہ پر مزید گفتگو کی گنجائش نہین، اب مین صاف طور پر سمجھ گیا کہ رنگ، آواز، مزہ، غرض جملہ اعراض ثانویہ مین سے کسی کا وجود خارج مین نہین ہوتا، لیکن اس اعتراف سے ہمارے اصلی بحث یعنی مادہ کے وجود خارجی پر کوئی اثر نہین پڑتا، اسلیے کہ حکمار نے اعراض کو صاف دو قسمون مین تقسیم کردیا ہے، اوّلیہ (یا غیر منفکہ) و ثانویہ (یا منفکہ) اول الذکر، امتداد شکل، صلابت، کشش، حرکت، وسکون پر شامل ہے، جنکا وجود حقیقی و خارجی ہوتا ہے انکے علاوہ باقی جتنے اعراض ہین قسم ثانی الذکر مین داخل ہین، جنکا وجود محض ذہنی ہوتا ہے،

آپ تو فلسفہ کے اس مسلک سے واقف ہونگے، اور واقف تو مین بھی مدت سے تھا لیکن اسکی اہمیت کی قدر جیسی آج ہوئی پہلے کبھی نہین ہوئی تھی،

ف - تو اسپر آپ ابھی قائم ہین کہ امتداد و شکل کا مستقر خارج کی مادی اشیار ہین،

ا - یقیناً -

ف - لیکن جن دلائل نے اعراض ثانویہ کا وجود خارجی باطل کردیا، اگر وہی آپکے اعراض اولیہ کا بھی ابطال کردین تو؟

ا - تو مین انکا بھی محض وجود ذہنی تسلیم کرنے پر مجبور ہوجاؤنگا،

ف - آپکے خیال مین شکل و امتداد جنکا ہم حواس کے ذریعہ سے ادراک کرتے ہین، خارج یا جوہر مادی مین وجود رکھتے ہین؟

ا - رکھتے ہین،

ف - اسی طرح حیوانات بھی اس محسوس کردہ شکل و امتداد کو موجود فی الخارج سمجھتے ہونگے،

ا - ہان اگر انکے سمجھ ہے تو ضرور ایسا سمجھتے ہونگے،

ف - اب یہ فرمائیے کہ حیوانات مین وجود حواس کا مقصد کیا ہے؟ صیانت حیات ہی جیساکہ انسان مین ہے یا کچھ اور؟

ا - ہونا تو یہی چاہیئے،

ف - اچھا جب یہ ہے تو کیا اس غرض کے لئے یہ لازمی نہین کہ وہ اپنے اعضار کا نیز ان اجسام کا جو انھین نقصان پہنچا سکتے ہین، ادراک کرتے رہین،

ا - ضرور ہے،

ف - اس بنا پر ایک بھنگے کو اپنی ٹانگ بلکہ اس سے بھی چھوٹے اجسام پوری وضاحت کے

ساتھ نظر آتے ہونگے، حالانکہ ہمارے لئے وہ بالکل یا تقریبًا بالکل غیر مرئی رہتے ہین،

ا - ہان یہ تو ہے،

ف - اور بھنگے سے حقیر تر حیوانات کو یہ اجسام اور بھی بڑے معلوم ہونگے،

ا - بلاشک،

ف - گویا جو اجسام ہمارے آپکے لئے غیر مرئی ہین وہ بعض حیوانات کو پہاڑ کے اتنے عظیم الشان معلوم ہوتے ہونگے۔

ا - ظاہر ہے،

ف - لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شے ایک ہی وقت مین بڑی بھی ہو اور چھوٹی بھی؟

ا - قطعاً محال ہے،

ف - لیکن آپ تو خود اپنے ہی اصول کے لحاظ سے اس استحالہ کے مرتکب ہو رہے ہین، خود آپ ہی کے مسلمات سے لازم آتا ہے کہ بھنگے کی ٹانگ ایک ہی وقت مین اتنی چھوٹی بھی ہوتی ہے کہ نظر تک نہین آتی، اور اتنی بڑی بھی ہوتی ہے کہ پہاڑ کی اتنی جسامت رکھتی ہے (اور اگر فی الواقع ایسا نہین ہے، بلکہ جسامت کی کلانی وخردی صرف دیکھنے والے کے نقطۂ خیال کی تابع ہے تو صاف امتداد یا جسامت کا اضافی ہونا لازم آئیگا)،

ا - ہان یہ دشواری تو بے شبہہ آپڑتی ہے،

ف - اسکے علاوہ آپکو اپنا یہ اصول یاد ہے کہ جوہر کسی عرض حقیقی مین تغیر نہین ہوسکتا تاوقتیکہ خود اس جوہر مین کوئی تغیر نہو؟

ا - یاد ہے اور اسپر قائم ہون،

ف - لیکن یہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر شے کی جسامت مرئی کا دارومدار دیکھنے والے کے فاصلہ پر ہے، قریب سے دیکھئے تو وہی چیز بڑی معلوم ہوتی ہے اور دور سے دیکھئے تو چھوٹی یہانتک کہ جسامت کا یہ فرق بعض دفعہ دہ چند بلکہ صد چند ہوجاتا ہے، کیا اسکے بعد بھی آپ کہے جائینگے کہ جسامت عرض اضافی نہین بلکہ حقیقی ہے؟

ا - ہان اسکا جواب تو کچھ سمجھ مین نہین آتا،

ف - سمجھ مین جبھی آئیگا جب آپ دیگر اعراض کی طرح اس عرض سے متعلق بھی پوری آزادی و بیخوفی کے ساتھ غور کو کام مین لائیگا، یاد کیجئے کہ حرارت پر بحث کرتے ہوئے یہ اصول طے ہوچکا تھا کہ چونکہ پانی بھی ایک وقت مین ایک ہاتھ کو گرم اور دوسرے کو سرد معلوم ہوتا ہے اسلئے ثابت یہ ہوا کہ حرارت وبرودت فی نفسہ پانی مین داخل نہین،

ا - ہان یہ تو یاد ہے،

ف - بس تو ٹھیک اسی اصول پر یہ ابھی فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ کسی شے کی کوئی حقیقی جسامت و شکل نہین ہوتی، اسلئے کہ جو شے ایک آنکھ کو چھوٹی، ہموار اور گول معلوم ہوتی ہے، وہی دوسری آنکھ کو بڑی ناہموار اور زاویہ دار معلوم ہوتی ہے،

ا - ایسا بھی ہوتا ہے؟

ف - جب چاہیئے تجربہ کرلیجئے، ایک آنکھ خالی رکھئے اور دوسری سے بذریعہ خوردبین دیکھئے یہی معلوم ہوگا،

ا - خیر مین لاجواب تو ہوگیا لیکن طبیعت نہین مانتی کہ جسامت کے وجود حقیقی سے انکار کرون، اس سے تو عجیب وغریب نتائج پیدا ہونگے،

ف - آپ اس انکار کے نتائج کو عجیب کہتے ہین، مجھے اسپر حیرت ہوتی ہی کیونکہ

دراصل جسامت سے انکار حیرت انگیز نہین بلکہ تمام دیگر اعراض کے وجود حقیقی کے ابطال کے
بعد صرف ایک جسامت کے وجود حقیقی کو تسلیم کرتے رہنا بے شبہہ حیرت انگیز ہے، اگر یہ
سچ ہے کہ کوئی تصور، یا مثل تصور کسی جوہر غیر حاس مین موجود نہین ہوسکتا تو یہ بھی یقینی ہے کہ
کوئی شکل یا جسامت جسے ہم تصور کرسکتے ہین مادہ مین اپنا وجود حقیقی نہین رکھ سکتی اور
خود ایسے جوہر مادی کے وجود کے تسلیم کرنے مین جو جسامت کا حامل ہو جو دشواریان
ہین اُنکا ذکر ہی نہین، غرض یہ کہ ہر قسم کے عرض کا، خواہ شکل ہو یا آواز ہو یا رنگ ہو کسی
غیر حاس مادہ مین موجود ہونا یکسان ناممکن ہے)

ا - اچھا مین سردست آپکا ہم آہنگ ہوا جاتا ہون، لیکن اگر آگے چل کر مجھے کوئی
مغالطہ نظر آئیگا تو مین بلا تامل اپنی راے بدل دونگا،

ف - بیشک اسکا آپکو ہر وقت اختیار ہے، اچھا اب جسامت و شکل کے بعد حرکت
کو لیجیے، اگر حرکت کا وجود حقیقی ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شے ایک ہی وقت مین
بہت تیزی سے بھی متحرک ہو اور آہستہ بھی ؟

ا - نہین یہ کیونکر ممکن ہے ؟

ف لیکن کسی جسم کی تیزی حرکت کے بجز اسکے اور کیا معنی ہین کہ ایک خاص فضا کو
نسبتہً قلیل وقت مین طے کرتی ہے ؟ مثلاً ایک جسم جو ایک میل ایک گھنٹہ مین طے
کرتا ہے، اسکی حرکت اس جسم کے مقابلہ مین تگنی کہی جائیگی جو ایک میل ۳ گھنٹہ مین طے کرتا ہے،

ا - یہ بالکل ٹھیک ہے -

ف - اور وقت کے گذرنے کا معیار خود ہمارے نفس مین تصورات کا تسلسل ہے ،

ا - بیشک -

باب التقریظ والانتقاد

فلسفہ لیبان

از مولانا عبد السلام ندوی

لیبان یورپ مین تمدنی تاریخ کا عالم خصوصی خیال کیا جاتا ہے، اور اس نے جو کتابین
لکھی ہین وہ زیادہ تر اسی موضوع پر ہین، ان کتابون مین تمدن عرب، تمدن ہند اور
انقلاب الامم کا ترجمہ اردو مین ہوچکا ہے، اور رُوح الاجتماع کا ترجمہ بھی امید ہے کہ
عنقریب شائع ہوجائیگا،

تمدن عرب، اور تمدن ہند مین اُس نے اہل عرب اور اہل ہند کے قدیم تمدن کی
تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور انقلاب الامم اور روح الاجتماع مین جدید تمدن کے
تمام اجتماعی مسائل مثلاً مساوات، حریت، جمہوریت، اشتراکیت، سیاست اور تعلیم
وغیرہ کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کیے ہین، لیکن اُنکے لئے اس نے کوئی خاص فصل
یا خاص باب نہین قائم کیا ہے بلکہ ضمنی طور پر جہان کہین ان مسائل کا ذکر آگیا ہے
وہان اجمالاً اپنے خیالات بھی ظاہر کردیئے ہین، اسلئے جب تک ان خیالات کو متفرق
مقامات سے جمع کرکے یکجا نہ کردیا جاے اُنکی طرف عام لوگون کی توجہ نہین ہوسکتی ہم نے
انقلاب الامم کے ترجمہ کے بعد یہ ضرورت محسوس کی اور ان ذرہ ہاے پریشان کو یکجا کردیا
اور جہان جہان ضرورت پیش آئی وہان اسکے خیالات پر تنقید بھی کرتے گئے، چنانچہ ان
کوششون کا نتیجہ ناظرین معارف کے سامنے مسلسل نمبرون مین آتا رہیگا -

مساوات

تمام یورپ بلکہ کل دنیا مساوات کو اپنا تمدنی حق سمجھتی ہے، لیکن لیبان اُسکو دور وحشت کی یادگار سمجھتا ہے، اسلئے اس نے اسکی تردید مین اپنی پوری قوت صرف کی ہے، چنانچہ اسکے دلائل حسب ذیل ہین،

(۱) اسقدر عموماً مسلم ہے کہ افراد و اقوام کے درمیان ہر حیثیت سے فرق مراتب موجود ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ فطرتی اور موروثی چیز ہے یا اسکو خارجی اسباب نے پیدا کیا ہے؟ لیبان انکو فطرتی اور موروثی قرار دیتا ہے، اور وراثت نے انکو پیدا کیا ہے اور وراثت ہی انکو زائل کر سکتی ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

" مختلف افراد اور مختلف اقوام کی عقل مین زمانہ نے جو عظیم الشان فرق مراتب پیدا کر دیا ہے وہ متعدد نسلون کے بعد مختلف موثرات کے متواتر عمل ہی سے زائل ہو سکتا ہے، عورت کی یہ غلطی ہے کہ وہ مرد سے مساویانہ حقوق اور مساویانہ تربیت کی خواستگار رہے، اور دونون جنسون کی قوت عاقلہ مین جو نوعی فرق ہے اسکو بھول گئی ہے"

جو لوگ

" اس مذہب (مساوات) کو نظام حکومت اور نظام تعلیم کے ذریعہ سے ثابت کرتے ہین"

وہ

" فطرتی قوانین نے جو مظالم کئے ہین اُنکی اصلاح کی طمع دلاتے ہین، اور عرب، ایشیا، اور حبش کے لوگون کو ایک ہی رنگ مین رنگنا چاہتے ہین،"

لیکن مؤیدین مساوات باصرار کہتے ہین کہ اس فرق مراتب کو قدیم جابرانہ نظام

حکومت نے پیدا کیا ہے، اور اگر متحدہ نظام تعلیم اور مساویانہ طریقۂ تربیت کے ذریعہ سے اسکی اصلاح کیجائے تو مرض علاج پذیر ہو سکتا ہے، چنانچہ،

" اُنھون نے نہایت عجلت کے ساتھ یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ وہ طریقۂ تعلیم و تربیت کے اختلاف کا نتیجہ ہے، ورنہ تمام انسان فطرۃً ذہانت اور پاکیزہ نفسی مین یکسان پیدا ہوے ہین، لیکن اس خمیر کو نظام حکومت نے خراب کر دیا ہے اسلئے اگر نظام حکومت مین تغیرات پیدا کئے جائین اور تمام لوگون کے لئے ایک متحدہ نظام تعلیم قائم ہوجاے تو یہ تمدنی مرض آسانی کے ساتھ زائل ہو سکتا ہے"

اب بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ فلسفیانہ حیثیت سے ایک متحدہ نظام تعلیم اور ایک متحدہ نظام حکومت ہر قوم، ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے لئے موزون بھی ہو سکتا ہے، یا نہین؟ لیبان کہتا ہے کہ ایک ہی نسخہ ہر شخص کے مزاج کے موافق نہین ہو سکتا کیونکہ

" ابتک علم النفس جس درجہ تک پہنچ چکا ہے، اس سے مختلف تجربون کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ جو نظام حکومت اور جو طریقۂ تعلیم و تربیت چند افراد یا ایک خاص قوم کے لئے مفید ہے وہ دوسرے افراد اور دوسری قوم کے لئے مضر ہے،

لیکن نسخہ اور طریقۂ علاج کی ناموزونیت خود مریضون کے فطرتی اختلاف مزاج کا نتیجہ نہین، بلکہ اس جابرانہ نظام حکومت اور غیر مساویانہ طریقۂ تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے جس نے خود مریضون کے مزاج کو اسقدر مختلف بنا دیا ہے، اس نظام حکومت کا اصلی ظلم تو یہی ہے کہ اس نے اسقدر مختلف مریض اور اسقدر مختلف امراض پیدا کر دیئے ہین کہ ان امراض مرکبہ کا علاج تقریباً ناممکن ہوگیا ہے، تاہم اگر نظام تعلیم و نظام حکومت مین بتدریج ہمواری پیدا کی جاے تو چند نسلون مین ایک متحدہ مزاج پیدا ہو جائیگا اور اسوقت

ایک ہی نسخہ تمام مریضون کے لئے کافی ہوگا،

(۲) تمدن ہمیشہ متضاد نتائج کا گہوارہ رہا ہے، اگر وہ ایک طرف زمانۂ وحشت کے فسق و فجور، جور و تعدی، سبعیت و بہیمیت کا خاتمہ کردیتا ہے تو دوسری طرف ان تمام چیزون کو نہایت منتظم، باضابطہ اور مہذب شکل مین اور بھی زیادہ پائدار اور مستحکم بنادیتا ہے، اب اگرچہ مرغزار تمدن یعنی یورپ کے جگمگاتے ہوے ہوٹلون مین دور وحشت کی وہ حیاسوز صورتین نظر نہین آتین، جنکی عریانی وحشی انسانون کے قوائے بہیمیہ کا جولانگاہ تھی، تاہم انکے گوشہ گوشہ مین وہ نیم برہنہ متحرک تصویرین علانیہ نظر آتی ہین، جنکی نگاہ کا تیر انسانی دلون سے گذرکر پردۂ عصمت کو بھی چاک چاک کردیتا ہے، تمدن کے انھی متضاد نتائج سے مساوات کے مخالفین و مویدین دونون نے یکسان فائدہ اُٹھایا ہے، ہر شخص کو علانیہ نظر آتا ہے کہ تعلیم عام ہوتی جاتی ہے، اور اسکی وسعت و عمومیت کے ساتھ نظام حکومت مین بھی انقلاب ہوتا جاتا ہے، ہر فرقہ کے حقوق روز بروز مسلم ہوتے جاتے ہین، عدم مساوات نے نوع انسان کے درمیان جو نشیب و فراز پیدا کردیئے تھے، ان مین ہمواری پیدا ہوتی جاتی ہے سلطنتون کی مطلق العنانی رخصت ہورہی ہے، اور اسکی جگہ پبلک راے نے لیلی ہے، غرض آہستہ آہستہ ایک ایسی عام اور ہموار سطح تیار ہورہی ہے، جسپر کسی زمانہ مین مرد و عورت عالم، جاہل، حاکم، محکوم، ساتھ ساتھ دوش بدوش کھڑے ہونگے،

ان نتائج کے پیش نظر رکھنے کے بعد ہر شخص کے دل مین بجا طور پر یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ صرف نظام تعلیم ہی ایک ایسی چیز ہے جو قدیم غیر مساویانہ طریقہ کے پیچ و خم کو نکال سکتا ہے، لیکن اسکے ساتھ فلسفیانہ نگاہ کے سامنے ایک اور مختصر سا گروہ ہے، جو علانیہ تمام قوم سے ممتاز ہے، اور خود تمدن ہی نے اسکی امتیاز کے اسباب فراہم کئے ہین،

یہ مختصر گروہ موجدین، مخترعین، مقننین، مصنفین، مورخین، فلاسفر اور پالیٹیشین لوگون سے مرکب ہے، اور تمدن کی شگفتگی، سرسبزی، اور گرم بازاری زیادہ تر اسی گروہ کی ممنون احسان ہے اسلئے اگر یہ دعوے کیا جاے کہ تمدن امتیاز اور فرق مراتب کا موجد ہے، تو پہلے دعوی کی طرح یہ دعوی بھی واقعات کے مخالف نہوگا، لیبان کی ژرف نگاہی نے اسی گروہ کا سراغ لگایا ہے، اور اس بنا پر ایک مستقل فصل مین یہ دعوے کیا ہے کہ تمدن مساوات نہین پیدا کرتا، بلکہ وہ فرق و امتیاز کا سب سے بڑا مظہر ہے، مساوات صرف وحشی قومون مین پیدا ہوسکتی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"غیر متمدن قومون کے تمام افراد یعنی مرد اور عورت دونون کی عقلی سطح تقریباً یکسان اور ہموار ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے ان مین وہ عام مساوات پائی جاتی ہے جسکا خواب اس زمانہ کے سوشلیسٹ دیکھا کرتے ہین، لیکن ترقی یافتہ قومون کے افراد بلکہ انواع مین بھی اس حیثیت سے عظیم الشان فرق ہوتا ہے، ان قومون مین بھی چونکہ تمدنی کامون کا اثر طبقۂ متوسط پر کم پڑتا ہے اسلئے وہ اس فرق و امتیاز کا معیار نہین قرار دیا جاسکتا، بلکہ اس فرق مراتب کا اندازہ صرف قوم کے طبقۂ اعلی ہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے، چنانچہ چین، یورپ اور ہندوستان کے طبقات عالیہ ہی مین یہ فرق مراتب زیادہ نظر آتا ہے، اور طبقۂ متوسط مین اسکی خفیف سی جھلک پائی جاتی ہے"

تمدن کو جسقدر ترقی ہوتی ہے اسیقدر اس فرق مراتب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے بالخصوص اقوام متمدنہ کے افراد مین تو اس دائرہ کا محیط اور بھی زیادہ وسیع ہوجاتا ہے اور اس لحاظ سے خلاف توقع تمدن انسان مین عقلی مساوات کی جگہ فرق مراتب پیدا کرتا ہی،

لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا محسوس فرق مراتب عام طور پر کیون نظر نہین آتا، پبلک اپنے ضروریات کا مطالبہ صرف محسوس دلائل کی بنا پر کرتی ہے، اس بنا پر وہ مساوات کا جوخواب دیکھ رہی ہے وہ صرف دماغی پریشان خیالی کا نتیجہ نہین ہے، بلکہ وہ واقعات ومشاہدات سے ماخوذ ہے، ہر شخص کو علانیہ نظر آتا ہے کہ قومی تماشا گاہ مین اب فرقِ مراتب روز بروز مٹتا جاتا ہے، اور تمام کرسیان اسٹیج کے قریب ہوتی جاتی ہین، اِسلئے اگر کوئی شخص اس بدیہی دلیل کے مقابل مین کوئی نظری دلیل پیش کرتا ہے تو اس دلیل کو کم از کم اسیقدر واضح، روشن اور محسوس شکل مین پیش کرنا چاہیئے، لیبان بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے، لیکن متعدد اسباب کی بنا پر اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے،

(۱) یہ فرق مراتب صرف قواے عقلیہ مین پیدا ہوتا ہے، نظام اخلاق بالو کلیۃً اُس سے متاثر نہین ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، اسلئے قومی زندگی مین جسکا دارومدار صرف اخلاق پر ہے عام طور پر اُسکی نمائش نہین ہوتی،

(۲) خود جماعت کے شوروغل مین اس ممتاز گروہ کی صدائین گم ہوجاتی ہین، جماعت کسی کے آگے سر جھکانا نہین چاہتی، وہ اپنا نظام اپنے ہاتھ مین رکھنا چاہتی ہی، اسلئے وہ ان لوگون سے سخت عدوات رکھتی ہے جو اسپر تفوق وامتیاز حاصل کرنا چاہتے ہین بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ جب جماعت کا نظام مکمل ہوجائیگا تو وہ اُن تمام قواے عقلیہ کی بنیاد کو متزلزل کردیگی جو اسکی راہ مین حائل ہوتے ہین، اور جب یورپ مین سوشلزم کی حکومت قائم ہوجائیگی تو چند دنون مین اس برگزیدہ گروہ کا وجود بھی باقی نہ رہیگا، لیکن یہ دونون سبب عارضی ہین، کیونکہ انکو تمدن نے پیدا کیا ہے جو خود ایک بدلنے والی چیز ہے اسلئے یہ دونون سبب بھی اسکے ساتھ ساتھ بدل سکتے ہین، اس عقلی تفوق وامتیاز کا سب سے

قوی مزاحم قانون وراثت ہے جو کبھی ان افراد کو بالکل فنا کردیتا ہے جو طبقہ متوسطہ پر عقلی حیثیت سے تفوق وامتیاز رکھتے ہین، اور کبھی اُنکو کھینچ تان کے طبقہ متوسطہ کے برابر کردیتا ہے، چنانچہ قانون وراثت جن علمار کا موضوع بحث رہا ہے وہ قدیم چیزون کے مشاہدات سے اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ عقلی حیثیت سے جو طبقہ بلند رتبہ ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ فنا ہوجاتا ہے، اور اکثر اسپر فنا کا دور نہایت سرعت کے ساتھ طاری ہوتا ہی، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کو عقلی تفوق اسوقت حاصل ہوتا ہے جب اسکی نسل ساحل فنا کے قریب آجاتی ہے، اور اگر فضلاے قوم کو معمولی درجہ کے افراد سے استحکام ونشو ونما نہ حاصل ہوتا تو سرے سے انکا وجود ہی نہ قائم رہتا، باغبان کی مصنوعی تدبیرون سے جن درختون کو غیر معمولی نشوونما حاصل ہوجاتی ہے، وہ اگر اپنی اصلی قوت نمو پر چھوڑ دیے جائین تو یا فنا ہوجائینگے یا اپنی اس حالت متوسطہ پر آجائینگے جو انکی نشو ونما کی موروثی حد تھی، بعینہ یہی حال اس اعلےٰ طبقہ کا بھی ہے جو تمام افراد پر عقلی حیثیت سے تفوق وامتیاز رکھتا ہے، وہ ایک مصنوعی گروہ ہے جو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوسکتا ہے اور طبقہ متوسطہ نہایت آسانی کے ساتھ اسکو اپنے اندر جذب کرسکتا ہے،

لیبان نے اگرچہ ترکش کے ترکش خالی کردیئے، لیکن ایک تیر بھی نشانہ پر نہین پڑا، یہ سچ ہے کہ تمدن عقلی حیثیت سے اقوام وافراد مین فرق مراتب پیدا کرتا ہے لیکن جو لوگ آزادی اور مساوات پر جان دیتے ہین، اُنکے مقاصد پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا مساوات کا غلغلہ صرف اس بنا پر بلند کیا جاتا ہے کہ تمام قوم، تمام ملک، بلکہ تمام دنیا کو سیاسی، اخلاقی، قومی اور تمدنی حیثیت سے ایک ہی اسٹیج پر ایک ہی درجہ کی کرسیان ملجائین، لیکن کیا عقلی فضیلت اس مقصد کو کوئی صدمہ پہنچا سکتی ہے؟ قوم، ملک بلکہ

کل دنیا کی کل جن پرزون کے بل پر چل رہی ہے، انھی کی بنا پر اس قسم کے تفوق یا مساوات کا فیصلہ کرنا چاہیئے، اگر یہ پرزے کسی مشین مین سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہین تو وہ یقیناً تمام قوم کا محور، تمام قوم کا مرکز، اور تمام قوم کا قبلۂ مقصود ہے، لیکن اگر انکی رفتار ہر جگہ یکسان طور پر قائم رہتی ہے تو کسیکو انتخاب مین ترجیح نہین دیجا سکتی، دنیا کی کل جن پرزون کے بل پر چل رہی ہے وہ لیبان کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"یہ ممکن ہے کہ تمام قوم اس عقلی گروہ سے بے نیاز ہو جاے لیکن کوئی قوم اخلاق کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی"

ان الفاظ مین خود لیبان نے تسلیم کر لیا ہے کہ قوم کا عنصر، قوم کا مایۂ خمیر، قوم کی روح و روان جو کچھ کہو اخلاق ہے، اور قرآن مجید نے بھی نہایت مختصر الفاظ مین اسکی تائید کی ہے،

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم   تم مین خدا کے نزدیک شریف تو وہی ہے جو تم مین سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ اس عنصر کا کالبد، اس خمیر کا آب و گل، اور اس روح کا قالب کیا ہے؟ اگر طبقۂ سفلی کو نظر انداز کر دیا جاے تو صرف طبقۂ عالیہ اور طبقۂ متوسطہ اسکا مظہر ہو سکتا ہے، لیکن فطرت کی تقسیم بھی کسقدر عادلانہ اور منصفانہ ہے؟ اگر اس نے طبقۂ متوسطہ کو عقلی عطایا و مواہب سے محروم کر دیا تو اسکی جگہ اسکو مکارم اخلاق کے خزانے کا کلید بردار بنا دیا، چنانچہ لیبان خود اسکو نہایت فیاضانہ الفاظ مین تسلیم کرتا ہے،

"اصل یہ ہے کہ ہر قوم کے افراد مین اگرچہ عقلی حیثیت سے نمایان فرق نظر آتا ہے لیکن اخلاقی حیثیت سے ان سب کی سطح یکسان ہوتی ہے، اور زمانہ کے انقلابات اس چٹان کو مطلق جنبش نہین دے سکتے، اس لحاظ سے اگر ہر قوم کی تاریخ پر اخلاقی

اور عقلی دونون حیثیتون سے نظر ڈالی جاے تو اسکی عقلی قدر و قیمت کا اندازہ صرف فضلاء کے ایک محدود گروہ کے ذریعہ سے کیا جا سکیگا جو اسکے تمدن، تہذیب اور علوم و فنون کا روح و روان ہوگا، لیکن پوری قوم کی قدر و قیمت کا معیار صرف طبقۂ متوسطہ کو قرار دینا پڑیگا، کیونکہ قومی طاقت کا شیرازہ اسی گروہ کے ہاتھ مین ہوتا ہے، یہ ممکن ہے کہ تمام قوم اس عقلی گروہ سے بے نیاز ہو جاے، لیکن کوئی قوم اخلاق کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اور اخلاق کا مظہر صرف طبقہ متوسطہ ہوتا ہے، اسلئے قومی زندگی کا دار و مدار صرف اسی طبقہ پر ہوتا ہے"

تمدن، سیاست، قومیت غرض ہر علمی چیز کا سنگ بنیاد اس چٹان پر نصب کیا جاتا ہے جسکو زمانہ کے انقلابات جُنبش نہ دیسکین، اور لیبان تسلیم کرتا ہے کہ یہ غیر متزلزل چٹان صرف اخلاق ہے، قومیت کا دار و مدار صرف اس گروہ پر ہوتا ہے جس سے تمام قوم کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جا سکے، اور لیبان خود کہتا ہے کہ وہ صرف طبقۂ متوسطہ ہے، قومیت کی باگ صرف اس گروہ کے ہاتھ مین ہوتی ہے، جسکے ہاتھ مین قوم کا شیرازہ ہوتا ہے، اور لیبان کے نزدیک وہ صرف طبقۂ متوسطہ ہے، سیاست اس رُوح کا نام ہے جس سے قوم زندہ رہتی ہے، اور لیبان کے الفاظ مین وہ صرف "اخلاق" ہے، اسلئے سیاست کا مظہر صرف وہ گروہ ہو سکتا ہے، جسپر قومی زندگی کا دار و مدار ہے، اور لیبان خود اقرار کرتا ہے کہ وہ طبقۂ متوسطہ ہے، یہ اسکے نظریات کے ضمنی نتائج ہین، لیکن اس نے ایک موقع پر خود تصریح کر دی ہے کہ

"مذہب اور پالیٹکس کا تعلق تو زیادہ تر عوام ہی کے ساتھ ہوتا ہے"

اسلئے اگر یہ گروہ ان تمام چیزون مین مساوات کا خواستگار رہے تو کیا دماغی فضیلت اسکی

سدِّراہ ہوسکتی ہے؟ جو لوگ آزادی اور مساوات کے پرستار ہین، انکی نگاہ صرف اُس زرین کرسی پر ہے جو ایوان حکومت مین بچھائی جاتی ہے، پھر اگر وہ اُن کرسیون پر نہین بیٹھ سکتے جو یونیورسٹیون کے ہال مین لگائی جاتی ہین، تو کیا وہ اس کرسی پر بیٹھنے کی بھی صلاحیت نہین رکھتے، جسپر کبر و غرور کے دیوتا بیٹھکر جبر و اقتدار کے نشہ مین جھومتے ہین؟ لیبان خود تسلیم کرتا ہے کہ عقلی گروہ ایک "گل پژمردہ" ہے، جو صبح کو کھلتا ہے اور شام کو مرجھا جاتا ہے پھر کیا تمدن اور سیاست کی شاخ اس باغ خزان دیدہ مین سرسبز ہوسکتی ہے؟ بہرحال لیبان جس مساوات کی تردید کرتا ہے وہ مطلوب نہین، اور جو مطلوب ہے لیبان کے دلائل سے اسکی اور تائید ہوتی ہے، لیبان نے جہان اکابران قوم کے تمدنی اثرات پر بحث کی ہے، وہان نہایت غصہ آمیز الفاظ مین لکھتا ہے،

"اگر ہم مساوات عامہ کے خواب پریشان کو جس نے ہماری آنکھون پر پردے ڈالدیئے ہین، بھلادین تو ہمین سب سے پہلے ان لوگون پر قربان ہونیکے لیے تیار نظر آئینگے، مساوات درحقیقت پست درجہ کے طبقون مین پائی جاتی ہے، اور عقلی گروہ اگرچہ ہمیشہ اسکا خواب دیکھا کرتے ہین، لیکن انکا یہ خواب اُنکی سب سے بڑی بدبختی ہے، اس خواب کی تعبیر صرف وحشی قومون پر صادق آسکتی ہے، لیکن ترقی یافتہ قومون کے افراد مین صرف اُسیوقت مساوات پیدا ہوسکتی ہے، جب طبقۂ اعلےٰ کو گرا کر پست درجہ کے طبقون کے برابر کردیا جائے،،

لیبان کہتا ہے کہ اگر ہم مساوات عامہ کے خواب کو بھلادین تو ہمین سب سے پہلے اُن پر قربان ہونیکے لئے تیار نظر آئینگے، لیکن اسکے لئے اس "خواب پریشان" کے بھلادینے کی ضرورت نہین ہے، بلکہ دنیا اب بھی ان پر قربان ہونیکے لیے تیار ہے، بلکہ اس خواب کی

تعبیر جسقدر صحیح ہوگی، اسیقدر قوم کی خود فراموشانہ جان نثاری کے جذبات مین اضافہ ہوتا جائیگا، موسےٰ، عیسیٰ، محمد علیہم السلام اور بدھ کے قدمون پر دنیا نے اپنے آپ کو صرف اسلئے ڈالدیا تہا کہ وہ مساوات کے پیکرِ مجسم تھے، اگر آج حکمران طبقہ اسی قسم کے مساوات کی عملی مثالین قائم کرے، تو دنیا پھر اسی جان نثاری کا زندہ ثبوت دیسکتی ہے مساوات کا خواب کوئی بھلادینے کی چیز نہین، اگر شاہدِ مقصود ہم آغوش نہین ہوسکتا تو صرف اسکا تصور ہی دیدہ و دل کے لئے مایۂ راحت ہوسکتا ہے، البتہ اگر خود معشوق آکر ہم آغوش ہوجاے تو یہ خواب ایک زندہ حقیقت بنجائیگا، اسی طرح اگر فرمانروا طبقہ مساوات کی گم شدہ دولت سے دنیا کے جیب و دامن کو بھردے تو یہ خواب خود بخود بھلادیا جاے اس قسم کی مساوات کے لئے "بلند" کو پست اور "پست" کو بلند کرنیکی ضرورت نہین ہے البتہ جو بلندی ایوان حکومت کی کرسیون پر نظر آتی ہے اسکا مرکز ثقل قلوب کی طرف منتقل ہوجائیگا، چنانچہ تمام مذہبی پیشواؤن کی زندگی اسکی عملی مثال پیش کرسکتی ہے اور اسکے لئے دور وحشت اور دور تمدن کی تخصیص نہین، بلکہ اگر تمدن ہر چیز کو ترقی دیسکتا ہے تو وہ اس حقیقت کو اور بھی واضح کرسکتا ہے،

عدم مساوات پر لیبان نے فزیکل تجربات و مشاہدات کی بنا پر جو دلیل قائم کی ہے، اسکا خلاصہ یہ ہے،

"انسان کی عقل اور اُسکی کھوپری کے حجم مین عظیم الشان تناسب پایا جاتا ہے، متمدن قومون کی صرف کھوپریان ہی غیر متمدن قومون سے بڑی نہین ہوتین بلکہ اُنکا مغز اور بھیجا بھی غیر متمدن قومون سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے، قومون کے درمیان فرق مراتب افراد کے لحاظ سے ہوتا ہے، قوم کے مجموعے

نہین ہوتا، کیونکہ غیر متمدن قومون کے سوا مختلف قومون کے افراد کی کھوپریون مین بہت زیادہ فرق نہین ہوتا، جس قوم کے افراد کی کھوپریون کی ضخامت مین زیادہ فرق ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ متمدن ہوتی ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمدن کی ترقی مساوات عقلی نہین پیدا کرتی بلکہ فرق و امتیاز پیدا کرتی ہے، فزیکل مساوات صرف غیر متمدن قومون کے افراد مین پائی جاتی ہے، تمدن افراد مین جو فرق مراتب پیدا کر دیتا ہے، بعینہ وہی فرق مرد اور عورت مین بھی نظر آتا ہے، غیر متمدن قومون مین عقلی حیثیت سے تقریبًا مرد اور عورت کی حالت یکسان ہوتی ہے، اور یہی حالت متمدن قومون کے کم درجہ فرقون کی بھی ہے، لیکن جسقدر تمدن ترقی کرتا جاتا ہے فرق پیدا ہوتا جاتا ہے، مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ مرد اور عورت کی کھوپریون کے حجم مین فرق ہوتا جاتا ہے، اگر دو ہم عمر، ہم وزن، اور مساوی القامت مرد اور عورت کی کھوپریون کا مقابلہ کیا جاے تب بھی یہ فرق نظر آئیگا، لیکن یہ فرق غیر متمدن قومون کے مردون اور عورتون مین بہت کم نظر آتا ہے،

لیکن اس جسمانی فرق مراتب کا سیاسی مساوات پر کوئی اثر نہین پڑتا، سیاسی حقوق کی بنیاد جسمانی یا دماغی ساخت پر نہین ہے، بلکہ اس حقیقت پر ہے کہ ملک، و قوم کا ہر فرد اسکا ایک عنصر ہے، اور اپنی اخلاقی طاقت سے ملک، قوم اور سلطنت کو قائم رکھنا چاہتا ہے، اس بنا پر جسمانی فرق مراتب کے ساتھ یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے کہ اخلاقی حالت پر اسکا اثر مختلف ہوتا ہے، لیکن لیبان خود تسلیم کرتا ہے کہ اخلاقی حالت کا مظہر صرف "طبقۂ متوسطہ" ہے، اور اسی پر قومی زندگی کا دار و مدار ہے، وہ دماغی

طاقت کے مظہر یعنی فضلاء اور موجدین و مخترعین کو "تمدن، تہذیب، علوم و فنون کا روح و روان اور قومی عمارت کا کنگرہ قرار دیتا ہے"، لیکن جہان انکی اخلاقی حالت کا ذکر آتا ہے اسکو افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

" علاً قوم کی سیاسی تاریخ پر انکا کوئی اثر نہین پڑتا، جسکی وجہ یہ ہے کہ ہل کے موجد سے لیکر تار کے موجد تک بلکہ دنیا کے تمام مخترعین مین وہ اخلاقی اوصاف نہین پائے جاتے جنکے ذریعہ سے کسی مذہب کی بنیاد ڈالی جاتی ہے، یا کوئی ملک فتح کیا جاتا ہے، غرض وہ قدرت کے اُن فیاضانہ عطیات سے بالکل محروم ہوتے ہین جنکے ذریعہ سے علانیہ دنیا کی تاریخ بدل دیجاتی ہے،

اسلئے یہ گروہ کسی "جدید تاریخی دور" کا بانی نہین ہوتا، تاریخی دور کے بانی صرف مقدس پیشوایانِ مذہبی ہوتے ہین، چنانچہ لیبان خود کہتا ہے،

" غرض موجدین و مخترعین صرف تمدن کی رفتار کو تیز و سریع کر دیتے ہین لیکن پیشوایانِ مذہبی ایک مستقل تاریخی دور کو پیدا کرتے ہین"

لیکن یہ مقدس گروہ جنکے ذریعہ سے اس جدید تاریخی دور کو پیدا کرتا ہے، وہ کون لوگ ہین؟ لیبان نے خود انکو متعین کر دیا ہے،

" انسانی اصول کا تشخص اور اُنکی اشاعت صرف انھی رہنماؤن کا کام ہے، اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نوع انسان کا اصل الاصول خود یہی رہنما ہین، لیکن ان اصول کو صرف اسوقت کامیابی حاصل ہوتی ہے، جب بھولے بھالے مومنین مخلصین کی ایک جماعت انکی حمایت پر آمادہ ہو جاتی ہے، ان ضعیف العقل لوگون کے لئے صرف آسمانی بادشاہت ہی کا دروازہ کھلا ہوا نہین ہے، جیسا کہ انجیل مقدس نے

بار بار بشارت دی ہے، بلکہ اگر وہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہین تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی اُنکے سر پر نظر آسکتا ہے"

لیبان نے چونکہ اس موقع پر صرف پیشوایان مذہبی کے تمدنی اثر سے بحث کی ہے اسلئے صرف انھی کے معتقدین کا نام لیا ہے، ورنہ ایک بانی سلطنت کے مقاصد بھی انھی بھولے بھالے انسانون کے گوشت وخون کی قربانی سے پورے ہوتے ہین، اور قیام سلطنت، قیام ملک، قیام مذہب اور قیام تمدن کا یہی استحقاق ہے جسکی بنا پر یہ گروہ سیاسی مساوات کا طالب ہوتا ہے اور اسکے اس حق پر دماغی ضعف کا کوئی اثر نہین پڑتا بلکہ وہ اسکی اور بھی تائید کرتا ہے کیونکہ اس دماغی ضعف کا نعم البدل اخلاقی طاقت ہوجاتی ہے جسپر قومی زندگی کا دارومدار ہے، مادی حیثیت سے بھی لیبان کی اس دلیل پر اعتراض کیا جاسکتا ہے، غیر متمدن قومون مین دماغی مساوات کا سبب یہ ہے کہ انکی طرز معاشرت، لباس، غذا، غرض تمام چیز یکسان ہوتی ہے، جسکا اثر انکی فزیکل حالت پر یکسان طور پر پڑتا ہے، لیکن تمدن کے زمانہ مین ان تمام چیزون مین جو صحت بخش ترقی ہوجاتی ہے، اس سے صرف امرار کا گروہ کافی طور پر متمتع ہوتا ہے، اور عوام کا طبقہ اُنسے بالکل محروم رہتا ہے، اسلئے یہ دماغی فرق مراتب اسی اختلاف معاشرت کا نتیجہ ہے، اگر طبقہ متوسطہ کو بھی وہی سامانِ عیش وطرب میسر آجائین جو امرار کو حاصل ہین تو انکی دماغی حالت بھی ترقی کرسکتی ہے، اسلئے جس نتیجہ کو خود عدم مساوات نے پیدا کیا ہے اُسکو مساوات کی تردید مین پیش کرنا کونسی منطق ہے، ؟

لیبان نے عدم مساوات پر نہایت مختصر الفاظ مین ایک اور فلسفیانہ دلیل قائم کی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"مساوات ومواخات صرف لیٹن نژاد الفاظ ہین، قانون ارتقار انکو اپنی کسی دفعہ کا جزو بنانا گوارا نہین کرتا"

"قانون ارتقار" بے شبہہ ایک نہایت مسلّم چیز ہے، اور اس قانون کے لحاظ سے سلسلۂ کائنات مین فرق مراتب کا وجود لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ارتقار کی تدریجی رفتار کے لئے راستہ کی ناہمواری نہایت ضروری ہے، لیکن اس مسئلہ کا نہایت ضروری جزو "تنازع للبقار" بھی ہے، قانون ارتقار کے رُو سے قوی عنصر ضعیف عنصر کو پامال کرسکتا ہے، اسکے وجود کو فنا کرسکتا ہے، اسکو اپنے اندر جذب کرسکتا ہے، لیکن اپنے وجود کے قیام، بقار اور تحفظ کے لئے اسکو مدافعت، کشمکش، اور جنگ وجدل سے باز نہین رکھ سکتا، بلکہ خود اسکی قوت اسکو اس کشمکش پر آمادہ کردیتی ہے اس بنا پر جو ضعیف گروہ اس زمانہ مین آزادی کی حمایت کے لئے لڑ رہا ہے وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہو یا نہو، لیکن عدم مساوات کے مقابلہ مین اسکی یہ "شریفانہ جنگ" بالکل قانون ارتقار کے مطابق ہے، اور مدبرین سیاست کی روبہ بازیان اگرچہ خدع وفریب کے ہتیار سے اسکا خاتمہ کرنا چاہتی ہین، لیکن لیبان جیسے فلسفی کو تو نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اسکی تائید کرنی چاہیئے، پھر وہ کیون اس سے گھبراتا ہے ؟

بہرحال لیبان نے مساوات کی تردید مین جو دلائل قائم کئے ہین وہ علمی حیثیت سے بالکل پادرہوا اور نقش برآب ہین،

مباحث حاضرہ

جنگ کا فلسفہ

علماے یورپ کے دو فرقے

(ترجمہ)

جنگ دو قومون کے اس اختلاف کا نام ہے جسکا فیصلہ تلوار کی زبان کرتی ہی، نوع انسان کی طرح جنگ بھی نہایت قدیم چیز ہے، خدانے انسان کے ساتھ ساتھ اسکو پیدا کیا ہے، اور جنگ کو اسکا خاصۂ طبعی بنا دیا ہے، اسلیے دنیا کی کوئی قوم اس سے خالی نہین ہے، جنگ کے متعدد اسباب ہین، رشک وحسد، غیرت، ظلم وجبر، طمع وترغیب بغض وانتقام، حمیت مذہبی، اور مالی واقتصادی فوائد اس آگ کو بھڑکاتے ہین اور دنیا کو خاک سیاہ کرتے ہین،

جنگ کا قدیم ترین قصہ جو توراۃ مین مذکور ہے وہ ہابیل کے قتل کا واقعہ ہے، جنکو انکے بھائی قابیل نے رشک وحسد سے مار ڈالا، توراۃ جنگی واقعات سے لبریز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو کلیۃً فنا کر دیتا تھا، اور چھوٹے بڑے کسی پر رحم نہین کرتا تھا، وہ لوگ عورتون کو گرفتار کر لیتے تھے، لڑکیون کی آبروریزی کرتے تھے اسیران جنگ کو اذیت دیتے تھے، اور انکے تمام مال واسباب پر قابض ہو جاتے تھے، جنگ کی تمدنی تاریخ کی ابتداء غلامی سے ہوئی، لیکن موجودہ تمدن اسکو سخت ناجائز قرار دیتا ہے،

جنگ کی مشروعیت وجواز کے متعلق علماء مین سخت اختلاف ہے ایک فریق اسکو

تمام انسانی مصائب کا سرچشمہ قرار دیتا ہے، اور دوسرے فریق کے نزدیک اُس مین نقصانات کے ساتھ متعدد فوائد بھی ہین، اسلیے اسکو تمدنی عناصر سے الگ نہین کیا جا سکتا انارکسٹ اور سوشیالسٹ لوگ جنگ کے مٹانے مین سب سے پیش پیش ہین، یہانتک کہ یہ لوگ کھلم کھلا وطنیت کے جذبات کی بھی ہنسی اُڑاتے ہین، یورپ اور امریکہ مین تقریباً ساٹھ سال سے بہت سے مضمون نگار اور انشا پرداز پیدا ہو گئے ہین جو تمام قومون کو جنگ سے علحدہ رہنے کی ترغیب دیتے ہین، اور ایک ایسی جمہوریہ عامہ اور محکمۂ دولیہ کے قیام کی تجویز پیش کرتے ہین جو بذریعہ حکم کے تمام منازعات واختلافات کا فیصلہ کرتا رہے اس غرض سے اُنھون نے بہت سی انجمنین قائم کین، اور فصیح وبلیغ اسپیچین دین، مدتون تو تمام سلطنتین انکی آواز کو سنکر خاموش رہین، لیکن آخر مین اسکی صداے بازگشت کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاہاے مین نکولس ثانی زار روس کی استدعا پر ایک انجمن صلح قائم ہوگئی، لیکن ابھی اسکے تکمیل بھی نہونے پائی تھی کہ بدقسمتی سے اسی زمانہ مین جنگ ٹرنسوال پیش آگئی،

جن لوگون نے جنگ کے خلاف جنگ کی ان مین فرانس کے مشہور صاحب قلم امیل دی جیراردین سب سے زیادہ ممتاز ہین، انکا قول ہے کہ "جنگ قتل وغارتگری کا نام ہے جنگی تعلیم تمام قومون کو سلطنتین دیتی ہین" بلنٹشلی کا مقولہ ہے کہ اگرچہ مین شجاعت کی پوری قدر کرتا ہون اور میدان جنگ مین سپاہیون کے بہادرانہ استقلال کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہون، اور مجھے اعتراف ہے کہ جنگ سے فضائل انسانی کا اظہار ہوتا ہے لیکن مین دوسری طرف انسان کے بغض، وحشت، ہلاکت، پھر ان غریبون کی مصیبت پر اہل وعیال کی حالت، مال ودولت کی بربادی، اور ہزارون، لاکھون انسانون کی بدبختی پر نگاہ ڈالنے سے باز نہین رہ سکتا، میرے نزدیک نقارۂ فتح کی آواز، پھاڑنے

والے بھیڑیئے اور چیرنے والے شیر کی آواز سے زیادہ وقعت نہین رکھتی، لیکن افسوس کہ باین ہمہ مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جنگ سے قومون کی قوت ظاہر ہوتی ہے اور وہ مغصوبہ حقوق کی واپسی مین مدد دیتی ہے، پس اگرچہ وہ انسان کی انتہائی آرزو نہین ہوسکتی لیکن آخر چارۂ کار کیا؟ وہ انسانیت کی تائید کے لئے ایک لازمی چیز ہے"

۱۰- فروری ۱۸۹۱ء کو مولٹک نے موسیو کوریاریف کو لکھا کہ "جنگ کتنی ہی خانماں ہو لیکن وہ ملک کے لئے مصیبت ہے، کوئی مالی تاوان، حیات انسانی اور اہل و عیال کی مصیبت کے برابر نہین ہوسکتا"۔

دوسری طرف بہت سے صاحب قلم اور اکابر رجال ہین جو صلح پسند فریق کے خلاف راے رکھتے ہین اور انکے دعاوی کی تردید کرتے ہین، ان مین پاپاے اغسطینوس ہین جنکا کلیسا فطرۃً صلح پسند ہے، ان مین ڈانتی ہے جو مشہور شاعر ہے، انسائین لوتھر ہے جو مشہور مصلح ہے، ان مین بیکن، لیبنیز، اور موسکیو ہین جو مشہور فلاسفر ہین، ان لوگون نے نہ صرف جنگ کی مشروعیت کا فتوے دیا ہے، بلکہ اسکے تمدن کا نہایت ضروری اور مفید عنصر قرار دیا ہے، چنانچہ اُنکے اس دعوی پر سکندر کی فتوحات، اور رومیون کی لڑائیان شاہد عادل ہین، بعض لوگون کے نزدیک یورپ عربی علوم وفنون سے جنگ صلیبی ہی کے بدولت واقف ہوا، اور مشرق و مغرب مین جو تجارتی تعلقات قائم ہوے وہ اسی لڑائی کا نتیجہ تھے، بعضون کے نزدیک سورش فرانس اور نپولین اول کی لڑائیون نے یورپ مین مساوات و حریت کی اشاعت کی، اگر یہ نہوتین تو یہ نتائج کہین مدتون مین جاکر ظاہر ہوتے،

مولٹک نے بولنٹکلی کو ایک بار لکھا کہ "دائمی صلح ایک رُوکھی پھیکی بردباری ہے"،

جس مین کوئی لذت نہین، جنگ خدا کی پیدا کی ہوئی چیز ہے، اس سے فضائل انسانی کو نشوونما ہوتی ہے، لوگ ضبط نفس اور دیانت کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگتے ہین، اور اپنی جان کی قربانی تک سے دریغ نہین کرتے، اگر جنگ نہوتی تو دنیا برباد ہوجاتی

ان تمام باتون سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنگ اگرچہ انسان کے لئے ایک مصیبت ہے لیکن وہ انسانیت کے لئے ایک لازمی چیز ہے، صلح پسند سے صلح پسند قومون کو بھی اپنے حقوق کی محافظت، اپنے وطن کی مدافعت، اپنے ہمسایون کی اعانت، اور دشمن کے حملہ کے خوف سے کبھی کبھی تلوار میان سے نکالنا پڑتی ہے اور دائمی صلح ایک ناممکن چیز ہے

علامۂ سورل نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ تمام قومون کے اخلاق، طبائع، مصالح و فوائد متحد نہین ہوسکتے، اور اگر یہ فرض کرلیا جاے کہ ان تمام چیزون مین اتحاد پیدا ہوگیا تو تمام قومون کی امتیازی خصوصیتین مٹ جائینگی، انکے فواید برباد ہوجائینگے، اور اُنکے مخصوص اخلاق کا خاتمہ ہوجائیگا، اسلئے تمدن کی رفتار دفعۃً رُک جائیگی، اور چونکہ تمام قومین ذاتی استقلال رکھتی ہین، اسلئے مصالحت کے ذریعہ سے ایک دوسری کی مطیع نہین ہوسکتی اسلئے خواہ مخواہ قومون کو ہتھیار نکالنا پڑتا ہے اور اسی کا نام جنگ ہے اور وہ صرف صلح کا نتیجہ ہے،

تمام قومون کا نظام حکومت قوم کے مختلف افراد سے مرکب ہوتا ہے، جنکے اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہین، یہ اختلاف اُنکو جادۂ اعتدال سے منحرف کردیتا ہے، اسلئے بلا سبب جنگ پیدا ہوجاتی ہے، تمدن نے ان جذبات مین کسی قسم کا ضعف نہین پیدا کیا ہے صرف انکے اسباب بدل دیئے ہین،

ادبیات

کلام حمید

برغزل حافظ و عرفی علیہما الرحمۃ

بیا بطرف چمن کز غبار غم صافست   مرو بمدرسہ کش فتنہا ز اطرافست

ہمین نہ ذوق فغان نالہ ے بلبلان بدرید   ز شوق جامۂ گل ہم دریدہ تا نافست

دمی بکوری زہاد روے عیش ببین   کہ ہمچو آئینہ جام جہان نما صافست

غلام صدق جوانان بیسر و پایم   نہ پیر شہر کہ از پاے تا بسر لافست

چنین کہ نقد ریا راہمی دہم برباد   بسوی من فقہا لب گزان کہ اسرافست

غرلیو و عربدۂ واعظان تلخ نوا   زمستی است کہ در نقہای اوقافست

کنونکہ شیخ و مدرس خراب و بدمستند   چہ جاے کشف مقامات و درس کشافست

سرشک من کہ جگر گوشۂ امید من است   بموبہ ہاے یتیمانہ ہی چہ انصافست

ترش نشستہ جہانے ز گفتۂ تو حمید   خموش زانکہ جہان غرد نہ جاے انصافست

بیانِ حسرت

لبِ یار شکر فشان ہو رہا ہے   شکارِ دلِ دوستان ہو رہا ہے

جو تھا درد دل مین وہ اب نورِ جان ہے   کہان سے یہ ظالم کہان ہو رہا ہے

بہت آج وہ مہربان ہو رہے ہین   مرے ضبط کا امتحان ہو رہا ہے

ستمگر نہ سمجھا کوئی اُنکو ہر سُو   وہی آسمان آسمان ہو رہا ہے

حسینون پہ جانین فدا ہو رہی ہین   وفا وعدۂ عاشقان ہو رہا ہے

مین اب کیا کہون تجھسے بات اپنے دل کی   کہ تو بے کہے بدگمان ہو رہا ہے

تری یاد آرام دل بن رہی ہے   ترا نام وردِ زبان ہو رہا ہے

خدا سے دعائین جو ہم کر رہے ہین   مگر قصد سوے بتان ہو رہا ہے

جسے درد جانا تھا ہمنے وہ حسرت   محبت مین درمان جان ہو رہا ہے

نظریاتِ ناظر

جذبات دل کا عکس جو میرے سخن مین ہے   اک لطف نو بھی طرزِ کلام کہن مین ہے

کس نے کہا کہ سیرِ گلِ نسترن مین ہے   لطفِ حیات عشق کے سوز و محن مین ہے

غربت مین کوئی لاکھہ مسافر نواز ہو   حاصل کہان وہ لطف جو بزم وطن مین ہے

ہم ہین بلاکشِ غمِ فرقت تو کیا ہوا   یاد اپنی ہر گھڑی تو تری انجمن مین ہے

ترکیب سیرت بشری کچھ عجیب ہے   یعنی وفا بھی اس بتِ پیمان شکن مین ہے

زاہد بھی اپنے زہد پہ قائم نہ رہ سکا   کچھ ایسی دلکشی نگہِ سحر فن مین ہے

پردیس کی بہار بھی کوئی بہار ہے   مخصوص اسکا لطف سوادِ وطن مین ہے

وہ راحتِ لطیف کہان وصل مین نصیب   حاصل جو دل کو ہجر کے رنج و محن مین ہے

اہل جہان کو کیون یہ کشش سی وہ ہے   کیا ایسی بات کیش بت و برہمن مین ہے

کچھ محتسب کا خوف نہ ”دار و رسن“ کا ڈر   کتنا خمار ”بادۂ حب وطن“ مین ہے

ناظر سا باوفا بھی اِدہر کھینچ کے آرہا   کچھ ایسا جذب حلقۂ دار و رسن مین ہے

مطبوعات جدیدہ

دنیاے اسلام اور عیسائیت - ہندوستان کے تمام اردو اخبارات مین اخبار وکیل کو جو قعت حاصل ہے اور جس سنجیدگی اور متانت کے ساتھ وہ مباحث مہمہ پر قلم اٹھاتا ہے رائج الوقت اخبارات کی طرح الفاظ پر نہین بلکہ معلومات اور دلائل پر جس طرح اپنے خیالات کو مبنی کرتا ہے، ضعف اخلاقی اور قوت جوش وخروش کے بیچ مین سخت سے سخت مشکلات قومی کے زمانہ مین بھی وہ جس اعتدال کے ساتھ اپنا راستہ نکال لیتا ہے گو وہ وکیل کا قدیم امتیازی وصف ہے، اور کم وبیش اسکے تمام ایڈیٹرون نے اسکے اس امتیازی وصف کو نباہا ہے، تاہم منشی محمد عبداللہ صاحب منہاس کی پنجسالہ ایڈیٹری کے زمانہ مین جو شدید ترین بحران خیالات کا زمانہ تہا، اس اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ اُس نے یہ زمانہ ختم کیا اور کر رہا ہے کہ مستبدین نے اسکو لسان الاحرار سمجھا لیکن احرار اسکو لسان الاستبداد کبھی نہ سمجھے،

گذشتہ چند سالون مین منشی محمد عبداللہ صاحب نے "دنیاے اسلام اور عیسائیت" کے سرخی سے اخبار وکیل کے افتتاحیات مین متعدد مضامین لکھے جو اسقدر مقبول ہوے کہ انکو یکجا کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی، عیسائیت نے اسلام کے قلب مین حملہ کرنیکی جو تدبیرین سوچی ہین، ہم اپنی شومی قسمت سے اسکے اسباب خود پیدا کرتے جاتے ہین، وہ محالات جنکو ہمارے دشمن بھی ناممکن کہتے تھے، سازش اور تلوار کے زور سے ممکن ہو رہا ہے، عرب، شام، عراق، افریقہ، چین، ترکستان، روس، ٹرکی جہان جہان مسلمان آباد ہین، انکے لئے الگ مشنریان قائم ہو رہی ہین، خاص عرب کے لئے مدت سے سواحل عرب پر

ڈاکٹر اور شفاخانہ کی صورت مین ایک مشنری کام کر رہی ہے، حیدرآباد کی اسلامی ریاست مین عیسائیت جس تیزی سے ترقی کرتی جاتی ہے، وہ مستقبل کے لحاظ سے خوفناک منظر ہے منشی صاحب موصوف نے ان مضامین مین اس موضوع کے ہر پہلو پر غائر نظر ڈالی ہے اور پس پردہ جو کچھ ہو رہا ہے اسکو ہر مسلمان کو دکھانے اور سمجھانیکی کوشش کی ہی، ۲۴۷ صفحہ، قیمت ۶/، دفتر شرکت ادبیہ امرتسر،

بستان المحدثین، جن محدثین نے حدیث مین کتابین لکھی ہین، اور نیز حدیث مین جو کتابین لکھی گئی ہین، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے انکے حالات مین فارسی زبان مین ایک نہایت جامع کتاب لکھی تھی، اب چونکہ ملک کی زبان اُردو ہوگئی ہے، اسلئے اردو ترجمہ کی ضرورت تھی، بنگلور کے ایک مسلمان تاجر کتب دینی کی تحریک سے مولوی عبدالسمیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اسکا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ترجمہ صاف ستھرا اور بامحاورہ ہے، طبع وکتابت بھی خوش سلیقہ ہے، چھپائی اور کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت عہر/،

الطیب النغم، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نعت مین دو عربی قصیدے بائیہ اور ہمزیہ نہایت مقبول ہین، حاجی محی الدین تاجر کتب بنگلور نے انکو منظوم اردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ چھپوایا ہے، قیمت ۵/،

کنز الآخرۃ، اردو نظم مین عقاید اسلامیہ کا بیان، ذیل مین نثر مین اشعار کی شرح ہی، قیمت ۳/

فتاوای خطبہ، اردو زبان مین جمعہ اور عیدین کے خطبہ پڑھنے کے عدم جواز پر ایک رسالہ جسمین مفتی سعداللہ صاحب مرحوم سے لیکر موجودہ علماے احناف تک کے فتادے درج ہین، افسوس کہ ان علماے کبار کے دلائل انکے نامون کی عظمت سے کم درجہ مین ہین، قیمت لہ/،

یہ چارون کتابین حاجی محی الدین تاجر کتب موچی بازار نمبر ۳۹۹ معسکر بنگلور سے ملینگی،

معجزۂ قرآنی، دربیان میراث مسلمانان، مولوی احمد الدین صاحب مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر نے مسائل میراث اسلامی پر ایک ناقدانہ رسالہ لکھا ہے، یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ علماء مین اب ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہین جو مسائل فقہیہ مین بلا خوف لومۃ لائم فقہائے متقدمین شکر اللہ مساعیہم کے اجتہادات پر قلم اٹھاتے ہین، ہمارے برادران اہل حدیث سے توقعات تو بہت تہین، لیکن انکی پچھلی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ نماز روزہ سے آگے انکے زور بیان کے دیکھنے کا موقع نہ ملیگا، ان مسائل مین جنکا ماحصل صرف افضلیت اور ترجیح پر ختم ہو جاتا ہے، زور استدلال اور قوت بیان سے آگے بڑھکر مجادلہ مقاتلہ اور مقادمہ (باہم مقدمہ بازی)، ناظرین اس عدم تقلید لغوی کو معاف فرمائین تک نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن معاملات کہ جن پر مسلمانون کے اجتماعی اور مالی حالات کا مدار ہے، ان مین کسی قسم کی جنبش نہین پیدا ہوتی، اس بنا پر ہم نے مولویصاحب کے رسالۂ میراث کو پوری قدر اور غور کے ساتھ پڑھا، اور پھر اس یقین کے ساتھ اسکو ختم کیا کہ اسمین بہت سی باتین لائق توجہ ہین، اور درحقیقت ان مسائل مین ہمارے فقہا کتاب وسنت سے کسیقدر دور جا پڑے ہین لیکن تعین کے ساتھ ان مسائل پر اظہار خیال کے لیے فرصت درکار ہے، واللہ تعالیٰ مسئول ان یوفقنی لہا،

مولویصاحب کے نقد کی بنا زیادہ تر شیعہ فقہ کے اصول وراثت پر ہے، اولو الارحام کا مسئلہ علمائے سنت مین بھی مختلف فیہ ہے،